

عبدس ذکر

خدم بیارم

احمد علی لاریوری







فنا ذکر و تنی آن ذکر گم و اشک و آبی ذکا شکر و مود  
 پین تر مجھے یاد دے میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا سنا کر دے  
 ناشکری نہ کرو

# اقادات مجلس ذکر حصہ چہارم

از

حضرت مولانا احمد علی صاحب ملت ظہم العالی  
 امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

المشیدع: سلسلہ قادریہ راشدیہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

بار اول ایک ہزار پنجاب پریس لاہور قیمت ایک روپیہ



انجمن خدام الدین دروازہ شہرہ نوالہ لاہور  
نے ایک ایسا

# قرآن عزیز شائع کیا ہے

جس میں حضرت مولانا الحاج مولوی احمد علی صاحب  
امیر انجمن خدام الدین کا ترجمہ آسان اور سلیس اردو میں ہے حاشیہ  
پر ربط آیات ہر سورت کا عنوان رکوع کے شروع میں خلاصہ  
اور ماخذ و سچ ہیں۔ حواشی سارے ہندوستان کے علمائے کرام  
کے مصدقہ ہیں۔ تقطیع ۲۹ × ۲۲ ۱/۲ ہادیہ مجلد چارچہ۔ ۸-۹ روپے  
فاطمہ شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شہرہ نوالہ لاہور



# فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۵	فیض کیا چیز ہے	۱
۱۶	عجب (خود پسندی) کا علاج	۲
۲۴	کامل کی صحبت کی ضرورت	۳
۳۷	تزکیہ کی برکات	۴
۴۹	دنیا کے مروجہ علوم میں سب سے کامل علم { کتاب و سنت کا ہے	۵
۶۳	ظاہری صفائی سے زیادہ باطنی صفائی کے { اہتمام کی ضرورت ہے	۶
۷۸	محاسبہ	۷
۸۹	اللہ کے برگزیدہ بندے	۸
۱۱۱	اصلاح حال	۹
۱۲۳	ہادی کے آنے کے بعد انسانوں کی تین قسمیں { ہو جاتی ہیں	۱۰
۱۵۶	روحانیت کے صحت یافتہ اور روحانیت کے مریض	۱۱



# ضروری عرضداشت

اللہ تعالیٰ نے جن اپنے بندوں کی خدمت  
سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میرے ذمہ لگائی ہے  
وہ جمعہ کی رات کو میرے پاس تشریف لاتے  
ہیں۔ انہیں بعد نماز مغرب سلسلہ عالیہ قادریہ  
راشدیہ کے طریقہ پر ذکر جہر کراتا ہوں۔ اس  
لیے ان کی روحانی اصلاح کے پیش نظر کتاب  
وسنت کی روشنی میں کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں  
یہ مجلس ذکر کہلاتی ہے۔ مجلس ذکر میں جو کچھ اللہ  
تعالیٰ نے کہلوا یا ہے وہ افادہ عام کے لیے  
کتابی صورت میں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا  
جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس  
چیز کو مسلمانوں کی ہدایت اور میری نجات کا  
ذریعہ بنائے۔ آمین یا اللہ العالمین ط

احقر الامام احمد علی عفی عنہ



۱۸ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۵۶ء

## فیض کیا چاہیے؟

آج میں تصوف کے سلسلہ میں فیض کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ عامتر الورد لفظ ہے اور بزرگان دین کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کو فلاں بزرگ سے فیض حاصل ہوا۔ یہ فیض کیا چیز ہے؟ آج میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ یہ کسی دوسرے کا شاگرد بن کر اس سے استفادہ کرتا ہے۔ فارسی میں کہا کرتے ہیں :-

جائے استاد خالی است

کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے :-

ہر آن کائے کہ بے استاد باشد : یقین دانی کہ بے بنیاد باشد



جب تک استاد خود کسی فن میں ماہر نہ ہو  
 اس وقت تک شاگرد کو وہ فن نہیں آتا۔  
 استاد کچھ کر کے دکھاتا ہے اور کچھ زبان  
 سے بتلاتا ہے۔ اس طریقہ سے آہستہ آہستہ  
 شاگرد استفادہ کرتا ہے۔ لوہار۔ بڑھئی۔ درزی  
 کاتب وغیرہ۔ سب اسی طرح استفادہ کر کے  
 اپنے فن میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ کاتب  
 پہلے ج لکھ کر دکھلاتا ہے۔ وہ پہلے باریک  
 قلم لگاتا ہے۔ پھر موٹی کر دیتا ہے۔ اور پھر  
 باریک کر دیتا ہے۔ یک دم نہیں کرتا۔ یہ  
 عمل شاگرد کو زبان سے بھی بتلاتا ہے۔ یہ  
 کسی فن میں نہیں ہوتا کہ استاد شاگرد کے سامنے  
 چپ کر کے بیٹھ جائے۔ شاگرد بھی خاموش  
 بیٹھا رہے اور اس کو فائدہ ہو جائے۔ شاگرد  
 استاد کی ہر نقل و حرکت کو بغور دیکھتا ہے۔  
 استاد کچھ زبان سے بھی بتلاتا ہے۔ اور کچھ  
 عمل سے تعلیم دیتا ہے۔ سب کسبوں میں یہی



ہوتا ہے۔

اسکول اور کالجوں میں سائنس پڑھاتے ہیں  
تو ساتھ لیبارٹری بھی رکھتے ہیں۔ تاکہ جو کتاب  
میں پڑھا ہے۔ اس کا عملی تجربہ بھی ہو جائے  
جتنی انسانی ضروریات ہیں۔ سب میں شاگردی  
اور استاد کی ضروری ہے۔ ہر استاد کچھ اپنے  
عمل سے سکھلاتا ہے اور کچھ زبانی ہدایات  
دیتا ہے۔ شاگرد استاد کے عمل کو بغور دیکھتا  
ہے اور اس کی ہدایات کو دماغ میں محفوظ  
رکھتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ خود  
بھی اس فن میں کامل ہو جاتا ہے۔

تصوف میں استفادہ کو فیض کہتے ہیں۔  
اس میں ایک شرط ہے کہ طالب کچھ منزل  
طے کر چکا ہو۔ یعنی اللہ اللہ کرنے میں کچھ  
مشق کر چکا ہو۔ تو پھر شیخ اور طالب دونوں  
خاموش بھی بیٹھ جائیں تو فیض آتا ہے۔ چپ  
میں ادھر سے کچھ جاتا ہے اور طالب کچھ لیتا



جاتا ہے۔ یہ بلا نقل و حرکت اور بلا تکلم ہوتا ہے۔ کامل ایک ہو اور اس کے گرد دس ہزار بیٹھے ہوں۔ تو وہ جب توجہ کرتا ہے تو دس ہزار کے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ اللہ کرنے سے کچھ قلب کی سیاہی اور شقاوت دور ہو چکی ہو۔ کامل ایک دفعہ **اللہ** کہے گا تو دس ہزار طالبین کے قلوب کو اس کا احساس ہوگا۔ جس طرح بجلی کی کرنٹ آتی ہے۔ ایسے ہی اس کے اثر کو محسوس کریں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ  
وَأَلَيْكَ اللَّهُ رَمَى  
اور تو نے مٹھی نہیں پھینکی تھی  
جبکہ تو نے ہی پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ نے  
پھینکی تھی۔

(سورۃ النفال ۴۷ پ ۹)

اس میں نفی اور اثبات دونوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بعض روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضورؐ نے ریت کی ایک مٹھی پھینکی



جو ہر کافر کی آنکھ میں پڑ گئی۔ مٹی پھینکی تو حضورؐ  
 نے مگر اس کو اتنا پھیلا یا اللہ تعالیٰ نے۔ بچہ  
 اگر ریت کی مٹھی بھر کر پھینکے تو وہ زیادہ سے  
 زیادہ دو تین فٹ دور جائے گی۔ اس سے  
 طاقت ور کی ذرا زیادہ۔ جتنی طاقت ہوگی۔ اتنی  
 دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا ہم  
 اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس نے حضورؐ کی مٹھی  
 کا اتنا پھیلاؤ کر دیا۔ کہ وہ ہر ایک کافر کی  
 آنکھوں میں پڑ گئی تصوف میں بھی اللہ تعالیٰ  
 کی قدرت کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ شیخ ایک دفعہ  
 زبان سے نہیں فقط دل میں اللہ کہے گا۔  
 تو اس کا اثر سب کے دل پر پڑے گا۔ اس  
 کا نام فیض ہے۔ کوئی کاریگر۔ کوئی رخیل۔  
 کوئی جرنیل یہ کر سکتا ہے؟  
 شیطان سب سے زیادہ تصوف کے بھیس  
 میں چھپتا ہے اور کسی بھیس میں وہ اتنا  
 نہیں چھپتا۔



اے بسا ابلیس آدم رستے ہست

پس بہر دستے نباید داد و دست

لوہار۔ بڑھٹی۔ کاتب وغیرہ ہر ایک کے  
کمال کا پتہ غٹوں میں لگ سکتا ہے۔ لوہار  
کو لوہے کی۔ بڑھٹی کو لکڑی کی چیز بنانے کے  
پے دے دیجئے۔ اس کے کمال کا فوراً پتہ  
چل جائے گا۔ لیکن صوفی کو طالب نہیں پرکھ  
سکتا۔ کہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ کامل تو پرکھ سکتا  
ہے۔ کرنل لارنس پیر کرم شاہ کے مجلس میں  
مدتوں تک لاہوریوں کا پیر بنا رہا۔ بڑے بڑے  
اس سے دھوکہ کھا گئے۔ بالآخر مولوی غلام  
محمی الدین صاحب قصوری نے بھانڈا چھوڑا کہ  
یہ تو کرنل لارنس ہے۔ اس کی فوٹو تو ملا کر  
دیکھو۔

میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں لیکن  
کامل کا ملنا اس سے بھی گراں۔ تقسیم سے  
پہلے موتی تو ہندوؤں سکھوں کے بھی گھروں



میں تھے۔ لیکن اللہ والے مسلمانوں میں بھی کیا  
 ہیں۔ پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والے  
 لاہور میں ایک بھی ولی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی  
 رحمت کو کھینچ کر لانے والے اولیاء کرام یہاں  
 بھی موجود ہیں۔ یہ اولیاء کرام کی ایک قسم ہے  
 ان کی بے شمار قسمیں ہیں۔ فوق کل ولی ولی  
 لا یعلم تعداد مراتبہم الا اللہ۔ ان کی برکت  
 سے لاہور بچا ہوا ہے ورنہ اسے کوٹھ سے  
 پہلے غرق ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہاں کوٹھ  
 سے زیادہ زانی۔ شرابی اور بد معاش رہتے ہیں۔  
 پیر تو گھر گھر ہوں گے۔ مگر کھرے بہت کم  
 ہوں۔ کھروں کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کو تو  
 وہ پیر چاہئیں۔ جو طبلہ ہارمونیم سے نہ روکے  
 بزرگان دین کی قبروں پر رنڈیوں کے سلام اور  
 گانے اور ہارمونیم بجانے سے نہ روکے۔ اور یہ  
 کہے کہ یہ سلام کرنے کے لئے آئی ہیں۔ عبادت  
 بھی ہو گئی۔ رنڈیوں کی زیارت بھی ہو گئی۔



ہم خرم و ہم ثواب - تیسری رات ہوئی - ہمارے  
 محلے میں قوالی تھی - ساری رات طبلہ اور ہارمونیم  
 بجتا رہا - گانے کی بھی آواز آتی رہی - حضورؐ کے  
 زمانہ میں بھی اس رنگ کے دین وار ہوں گے  
 ان کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے  
 ہیں -

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا  
 دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا  
 (سورۃ الانعام ۸ ع پ) اپنی دنیا کو کھیل اور تماشے  
 بنا رکھا ہے -

اللہ تعالیٰ لاہوریوں سے اللہ والوں کی توہین  
 نہیں کرانا چاہتے - اس لئے لاہور میں کوئی نہیں  
 میں نے جو کچھ فیض کے متعلق عرض کیا  
 ہے اس کا عملی رنگ میں نے اپنے حضرات  
 کے ہاں دیکھا ہے وہ سوتے بھی ہوتے - تو  
 طالب پاس آ کر بیٹھ جاتے تو طبیعت پر اثر  
 ہوتا -

اول تو کامل کا ملنا مشکل ہے - کامل کی پہلی



شرط اتباع شریعت ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا  
ہوں کہ اگر صوفی آسمان پر بھی اڑتا ہوا نظر آئے  
اور اس کا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو  
اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گناہ ہے۔  
اس کی بیعت کرنا حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض  
عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔  
اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ کامل۔ اللہ  
تعالیٰ نے بیج بکے طور پر رکھے ہوئے ہیں  
ان میں سے بعض اس رنگ میں رہتے ہیں  
کہ لاہوری ان کے منہ پر بھی تھوکتا پسند نہ  
کریں۔ لیکن وہ اللہ کے سال مقبول ہیں اور  
ان کی وجہ سے اللہ کا غضب لاہور والوں  
سے ٹلا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں کہ کفار مکہ یہ کہتے تھے،

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا اے اللہ! اگر یہ دین تیری  
هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ طرف سے حق ہے تو ہم پر  
فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً آسمان سے پتھر برسائے۔



مِنَ السَّمَاءِ (سورة انفال مع پ)

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

وَمَا كَانُ اللَّهُ  
لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ تَبْرءُ يَوْمَ تَكُونُ عَذَابُ

فِيهِمْ (سورة الانعام مع پ) دے۔

حفظہ رضی اللہ عنہ ایک مخلص صحابی تھے۔

ایک دفعہ وہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ

خَافَقَ حَظَلَمًا (حفظہ منافق ہو گیا) سامنے سے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔

انہوں نے جب پوچھا کہ کیا ہوا تو حفظہ نے

عرض کیا کہ جب حضورؐ کی صحبت میں ہوتے

ہیں تو رنگ اور ہوتا ہے۔ لیکن ان سے دور

ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اندر لفاق ہے۔ حضرت صدیق

اکبرؓ نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہوتی

ہے۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

حضور میں حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ عرض کیا



آپ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔ کہ جو حالت  
تمہاری میری موجودگی میں ہوتی ہے۔ وہ بعد  
میں قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ فیض ہے۔ حضور  
کی صحبت میں اور رنگ ہوتا ہے۔ اور آپ  
سے دور ہو کر اور رنگ ہوتا ہے۔

کامل سے فیض حاصل کرنے کے لئے  
ضروری ہے کہ عقیدت ادب اور اطاعت میں  
ورہ جتنا بھی فوراً نہ آئے۔ میں انگریز سے  
نہ ڈرتا تھا لیکن اپنے حضرات سے ایسے  
ڈرتا تھا۔ جیسے کوا پیر سے۔ جب کبھی اللہ  
تعالیٰ - ۲۵۱ - روپے تمہیں دے دیتے۔  
تو اموٹ شریف چلا جاتا۔ صرف ایک دن  
اور ایک رات رہتا تھا۔ اگر ان تینوں تاروں  
(عقیدت، ادب اور اطاعت) میں سے اگر  
ایک تار بھی کٹ گئی تو طالب گیا۔ کہتے  
ہیں کہ کچی اینٹ پٹی سے اچھی ہوتی ہے۔  
کچی اینٹ بارش سہار لیتی ہے مگر پٹی نہیں



سہارتی - اللہ تعالیٰ اگر اللہ والوں کی صحبت میں  
 پہنچا دے تو وہاں سے کچھ بن کر نکلنے کی  
 توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین ط

۲۵ ذیقعد ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۵۶ء

## عجب (خود پسندی) کا علاج

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ  
 انسان کی بیماریاں دو قسم کی ہیں :-  
 ۱۔ جسمانی ۲۔ روحانی۔

جسمانی بیماریوں کا معالج اطباء اور ڈاکٹر -  
 روحانی بیماریوں کے معالج اولیاء کرام ہیں اور  
 دوسروں کی روحانی بیماریوں کا علاج وہی کر سکتے  
 ہیں۔ جنہوں نے مدتِ دید تک کاملین کی  
 صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرائی ہو۔ جو خود  
 تربیت یافتہ نہیں وہ دوسروں کا کیا علاج کریگا



او خوشنیت گم است کرا رہبری کند  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں  
 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روحانی  
 بیماریوں کا علاج و صبا ہوتا تھا۔ اب کسی  
 طور پر کرنا پڑتا ہے۔ بعض بے سمجھ تصوف  
 کو بدعت کہتے ہیں۔ یہ بدعت نہیں۔ صحابہ  
 کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن مجید  
 پر حضور کے ارشاد و نصیحت سمجھنے کے لئے نہ صرف  
 و نحو کی ضرورت تھی اور نہ علم لغت کی۔ لیکن  
 ہم عجمیوں کے لیے یہ تیلوں علوم ضروری ہیں  
 ہم ان کے بغیر قرآن اور حدیث سمجھ ہی نہیں  
 سکتے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان علوم کا  
 حاصل کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے  
 ان کو نہ پڑھا تھا۔

کہتے ہیں کہ دہلی کے آخری بادشاہ اس قدر  
 نازک مزاج تھے کہ ان کو ادویات کھلائی  
 پلائی نہ جاتی تھیں بلکہ دوائی کو مکرے میں لٹکا



کہ اس پر پانی چھڑک دیتے تھے۔ اس کی  
خوشبو سے ان کا علاج ہو جاتا تھا۔

بعض لوگوں کے معدے اس قدر نازک  
ہوتے ہیں کہ ان کو سناٹے کی خوشبو ہی سے  
اسہال آنے لگتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض  
لوگ اتنے نازک مزاج ہوتے ہیں کہ ہلیلہ کابلی  
ہاتھ میں لے لینے سے ان کو اسہال شروع  
ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص کا تو اس طرح علاج  
نہیں ہو سکتا۔ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
و سلم کے حضور میں صحابہ کرام کو وصفاً حاصل  
ہوتی تھی یا اب ہر شخص کو اولیاء کرام  
کی صحبت میں وصفاً نہیں مل سکتی۔ اس کے  
لیے ریاضت کی ضرورت ہے۔ جوں جوں  
حضور کے زمانہ سے بعد ہوتا جاتا ہے۔  
باطنی اثرات کم ہوتے جاتے ہیں۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ و سلم سے صحابہ کرام رضہ عقیدت۔



ادب اور اطاعت کی بنا پر عکس ملتے تھے اب  
 بھی اولیاء کرام سے عقیدہ ، ادب اور اطاعت  
 کی بنا پر رنگ چڑھتا ہے ۔

روحانی امراض کے لیے ادویات کی ضرورت  
 نہیں ۔ حسد وغیرہ کا علاج جلاب سے نہیں  
 ہو سکتا ۔ ان سے شفا شیخ کامل کی صحبت  
 میں ہوتی ہے ۔ جسمانی امراض کے لئے جسمانی  
 معالج اور اطباء اور ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور  
 روحانی امراض کے لیے روحانی ڈاکٹر یعنی اولیاء  
 کرام کی ضرورت ہے ۔ مدت مدید تک کامیاب  
 کی صحبت میں رہ کر تربیت یافتہ انسان روحانی  
 معالج بنتا ہے ۔ وہ پہلے خود اپنا علاج کرتے  
 ہیں اور تکمیل تک پہنچنے کے بعد مجاز ہوتے ہیں  
 مجاز کے معنی ہیں اجازت دیا گیا ۔ یعنی طب  
 روحانی کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ۔ اب وہ دوسروں  
 کا علاج کر سکتے ہیں ۔ جیسے ہر بی اے ،  
 ایم ۔ اے ، بی ۔ اے کورس کو اور ہر عالم دین و رسی



کتابیں نہیں پڑھا سکتا۔ سو میں سے دس مشکل تمام  
 نکلیں گے۔ اسی طرح ہر تربیت یافتہ مجاز  
 نہیں ہوتا۔ شیخ کامل جس کو دوسروں کی تربیت  
 کے قابل سمجھتا ہے۔ اسی کو مجاز بناتا ہے۔  
 جسمانی اور روحانی علاج متوازی چلتے ہیں۔  
 روحانی بیماریوں میں ایک عجب بھی ہے۔  
 جس کو فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں۔ عجب  
 یہ ہے کہ کام تو اللہ کے فضل سے ہو جائے  
 اور انسان اس کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے۔ خدا  
 کے فضل کو تو بھول جائے اور میں کو اس میں  
 داخل کر دے۔ مثلاً ایک طالب علم نے تین ماہ  
 دن کو سو روزانہ اور رات کو لائین کی روشنی سے  
 لکھنا شروع کیا۔ بڑی محنت کی۔ کسی دوست  
 سے نہیں ملا۔ اور پاس ہو گیا۔ بے دین تو  
 اس کو اپنی محنت کا نتیجہ تصور کرے گا۔ اللہ  
 کا نام درمیان میں نہیں لائے گا۔ یہ عجب ہے  
 اگر تین مہینے بیمار پڑ جاتے یا پھوڑا نکل آتا



تو کیسے محنت کرتے۔ صحت اللہ نے بحال رکھی  
 موانعات اسی نے رفع کیے۔ تربیت یافتہ ہوگا  
 تو کچھ لگا کہ بوجھ تو بڑا تھا مگر اللہ کا فضل  
 ہو گیا۔ اسی نے صحت اور محنت کی توفیق  
 عطا فرمائی۔ عجب ایک طرح کا شرک ہے۔  
 قرآن میں ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ وہ  
 سیاحت کے لیے نکلا تو ایک ملک میں پہنچا۔  
 وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ اس درہ  
 سے یا جوج ماجوج کی فوج آ کر ہمیں لوٹ کر لے  
 جاتی ہے۔ آپ اس درہ کو بند کروا دیجئے۔  
 اس کے لئے ہم چند جمع کروا دیں گے۔ بادشاہ  
 نے کہا کہ مجھے چندے کی ضرورت نہیں۔ کام  
 میں ہمارا ہاتھ بٹا دینا۔ بادشاہ نے ایسی دیوار  
 بنائی کہ اب تک عقل حیران ہے۔ معلوم ہوتا  
 ہے کہ بڑی کوہی کی طرح پہاڑ پر چڑھ جانے والی  
 یا جوج ماجوج بھی اس کو عبور نہیں کر سکتی تھی۔  
 اس نے لوہے کے تختے بنا کر ان کی درزیں



بند کرنے کے لیے پگھلا ہوا تانبا ڈالا۔ عقل میں  
 نہیں آتا۔ کہ اتنی بلند دیوار میں تانبا پگھلا کر  
 کس طرح ڈالا ہوگا۔ پگھلا ہوا تانبا تو آگ کا  
 بہاڑ بن گیا ہوگا جو دو میل سے بھون ڈالے گا۔  
 آج تو سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے۔ اس وقت  
 تو اتنی ایجادات نہ تھیں۔ کوئی آلات ہوں  
 گے جن سے پگھلا ہوا تانبا ڈالا ہوگا۔ جب  
 دیوار بن گئی تو بادشاہ سلطنت یہ نہیں کہتے کہ  
 مابدولت نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ بلکہ یہ  
 کہتے ہیں :

هَلْ نَا رَحْمَتُ قَوْنِیْ  
 یہ میرے پروردگار کی مہربانی

رَبِّیْ دُورَتِیْ اِکْرَامِیْ  
 ہے۔

دنیا دار وہ نہیں ہے جن کے پاس پیسے  
 نہ ہوں۔ بلکہ دنیا دار وہ ہے جو خدا کی یاد  
 سے غافل ہے۔

چلیست دنیا از خدا غافل بودن

نے تماش و نقرہ و فرزند و زن



ایک پنوارٹی جو خدا کی یاد سے غافل ہے  
 وہ دنیا دار ہے لیکن دولت مند جو خدا کی یاد  
 میں شاغل ہے۔ وہ دین دار ہے۔ کسی بادشاہ  
 کی اللہ تعالیٰ نے تعریف نہیں کی، سوائے  
 ذوالقرنین کے۔ اس میں یہی خوبی تھی۔ کہ  
 وہ خدا پرست تھا۔

آج کا سبق ہے کہ اگر نیکی کرنے کی  
 توفیق ہے تو اس کو اللہ کا احسان سمجھا جائے۔  
 منت منہ کہ خدمت سلطان مانگی کئی  
 منت ازو شناس کہ خدمت گذاشتت  
 بادشاہ نے پانی کا گلاس نہ لگا۔ ہم نے دے  
 دیا۔ یہ اس پر ہمارا احسان نہیں۔ بلکہ ہم پر اس  
 کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو خدمت کا موقع  
 دیا۔ ہم جیسے لاکھوں اس کے خادوم ہیں۔ اسی  
 طرح اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کوئی نیکی کا کام  
 لے لے۔

ہم جیسے لاکھوں کروڑوں انسان اس کی



مخلوق میں موجود ہیں۔ ہر نیکی کو اللہ کا فضل سمجھا جائے۔ نماز پڑھتے ہیں تو اس کا فضل ہے۔ ذکر میں آتے ہیں تو اس کا فضل ہے۔ اس طرح طبیعت میں عجب نہیں ہوگا۔  
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عجب سے بچائے  
 آمین یا اے العالمین ط

در محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۹۵۶ء

## کامل کی صحبت کی ضرورت

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ مجلس اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے لئے ہے اس جماعت کی اصلاح کے لیے میں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "کامل کی صحبت کی ضرورت"۔  
 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-



وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ  
خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ  
اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے  
بنائے ہیں۔

(سورۃ الذریت ۳ ع پٹا)

اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں ہر چیز کی دو  
قسمیں بنائی ہیں۔ (۱) کھری (۲) کھوٹی۔  
یہاں نور کے مقابلہ میں ظلمت۔ اصلی کے  
مقابلہ میں نقلی۔ خیر کے مقابلہ میں شر ہے۔ اسی  
طرح انسان کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ کھرے انسان  
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھرے انسانوں کی  
ضرورت ہے۔ جس طرح ہم کو ہر چیز اصلی  
چاہیئے نقلی نہیں چاہیئے۔ کھری چاہیئے۔ کھوٹی  
نہیں چاہیئے۔ مثلاً بیگن اصلی چاہیئے مٹی کے  
بنے ہوئے۔ نقلی نہیں چاہیئے۔ اسی طرح اللہ  
تعالیٰ کو بھی کھرے انسان چاہئیں۔ کھوٹوں کی  
اس کو ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ  
کو اصلی انسان بنائے۔ آمین یا اللہ العالمین ط



اصلی انسان کون ہیں ؟ اصلی انسان وہ ہیں ۔  
 جن کو اپنی زندگی کے ہر کام میں فقط رضائے  
 مولیٰ مطلوب ہوتی ہے ۔ ان کا ہر کام اس کی  
 رضا کے تابع ہوتا ہے ۔ وہ رضائے مولیٰ  
 کے لیے جیتے ہیں ۔ رضائے مولیٰ کے لیے  
 کھاتے پیتے ہیں ۔ غرضیکہ وہ زندگی میں ہر قدم  
 اسی قاعدہ کے ماتحت اٹھاتے ہیں ۔ قرآن مجید  
 میں ان کا ذکر کئی جگہ آتا ہے ۔ میں صرف  
 ایک جگہ سے عرض کرتا ہوں ۔ سورۃ الکہف  
 رکوع ۴ پارہ ۱۵ میں فرماتے ہیں :

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ  
 الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ  
 رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَ  
 الْعِشَیِّ یُرِیدُونَ  
 وَجْهًا وَلَا تَقْدُ  
 عِیْنُکَ عَنْهُمْ (الایۃ)

وہ جو صبح اور شام اپنے رب  
 کو پکارتے ہیں ۔ اسی کی منامندی  
 چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں  
 کو ان سے نہ ہٹانا ۔

وہ فقط رضائے مولیٰ کے طالب ہیں ۔ یہی



ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ ان کا مقصد نہ دولت جمع کرنا۔ نہ جائیدادیں بنانا اور نہ گریڈ بڑھانا ہے۔ ان کی صحبت اختیار کرنے کا ہم کو حکم دے رہے ہیں۔ کھوٹے انسان کون ہیں؟ ان کا ذکر سورۃ آل عمران کی اس آیت میں آتا ہے۔

زَيْنَ النَّاسِ حُبِّ  
الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ  
وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ  
الْمُنْقَطِرَةِ مِنَ الزَّهَبِ  
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ  
الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ  
وَالْحَرُثِ ذَٰلِكَ  
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الْمُنَاقِبِ ذَٰلِكَ

لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ بیسے بہتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

المآبِ ذَٰلِكَ

کھوٹے انسانوں کو خواہشاتِ نفسانی بڑی



محبوب ہوتی ہیں۔ کھانا پینا پہننا وغیرہ۔ یہ  
 خواہشات نفسانی ہیں۔ ان کی زندگی کا نصب العین  
 یہ ہے کہ گھر میں ساز و سامان خوب صورت ہو  
 بیوی خوب صورت ہو۔ کوٹھی عمدہ ہو۔ موٹر عمدہ ہو۔  
 خواہشات نفسانی میں سب سے پہلے بیوی  
 کا ذکر فرمایا۔ بیوی بڑی پیاری ہوتی ہے بیوی  
 آجائے تو عام طور پر خدا اور رسولؐ بھی بھول  
 جاتے ہیں۔ خدا کے احکام کی تعمیل ہو نہ ہو  
 لیکن بیوی کی ہر فرمائش پوری کرنا فرض عین  
 سمجھا جاتا ہے۔ حلال کی کمائی سے اگر پوری  
 نہیں ہو سکتی تو حرام سے ہی کی جائے۔  
 اس کے بعد بیویوں کا ذکر فرمایا۔ بیٹے بڑے  
 پیارے ہوتے ہیں۔ بابو جی دفتر سے آئے  
 چائے پی۔ بیوی نے پہلے ہی نیچے کو نیکر  
 پہنا کر اور کنگھی پٹی کر کے تیار کر رکھا ہوتا  
 ہے۔ اس کو انگلی لگا کر باغ میں چلے گئے  
 ظہر کی نماز دفتر کی نذر ہوئی اور عصر بیوی بچوں



نے قصا کرا دی۔ بیوی بچوں کی ضروریات پوری  
 کرنے کے لیے تو بہ تو خزانے چاہئیں۔ پھر  
 ان کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد سواری کا نمبر  
 آتا ہے۔ اب تو موڑیں عام ہو گئی ہیں۔  
 لیکن پہلے زمانہ میں گھوڑا ہی بہترین سواری تھی  
 اس لیے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔ یہ بھی  
 خواہشات کے لہجہ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ پھر  
 دودھ پینے کے لیے گائے بھینس چاہئیں  
 ان کے لیے کھیتی باڑی چاہیے۔ یہ خواہشات  
 نفسانی کا پھیلاؤ ہے۔ یہ کھوٹے انسان ہیں  
 جن کو بیوی محبوب ہے۔ بیٹے محبوب ہیں  
 خدا اور رسول جن کا کلمہ پڑھا ہے۔ ان کی  
 کچھ پروا نہیں۔ سب خواہشات نفسانی کا  
 ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ذٰلِكَ مَتَاعُ  
 الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یعنی سب چیزیں دنیا کا سامان  
 ہیں۔ گھڑے۔ چارپائی وغیرہ کی طرح بیوی اور  
 بچوں کو بھی دنیا کی زندگی میں استعمال کرنے کی



چیزوں میں شمار فرما رہے ہیں۔ حاصل یہ ہے  
 کہ یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ دنیا کی  
 زندگی بسر کرنے کا فقط سامان ہیں۔  
 بیوی اس لیے ہے کہ پکا پکایا کھانا مل  
 جائے۔ خود پکائے تو آدھی رات ہو جاتی۔  
 کھانا کھا کر خدا کی یاد کے لیے مسجد چلے  
 گئے۔ اسی طرح بیٹوں وغیرہ کو بھی خدا کی  
 یاد کا ذریعہ بنایا جائے۔ لھوٹے انسان ان  
 چیزوں کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ کھرے  
 انسان ان کو خدا کی یاد کا ذریعہ بناتے ہیں  
 وہ فارغ وقت ہیں اللہ والوں کی صحبت  
 میں بیٹھتے ہیں۔ جب اللہ والوں کی صحبت  
 کی برکت سے روحانیت میں جلا پیدا ہوتی  
 ہے تو خدا کے بندوں کو دیکھنے سے خدا  
 یاد آتا ہے۔ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی  
 میری رائے ہے کہ کامل کی صحبت میں جانے  
 کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان کو دیکھا اور اپنے



آپ کو دکھایا جائے۔

خِيَارُ عِبَادِ اللَّهِ إِذَا  
رَأَوْا ذِكْرَ اللَّهِ (الحديث) جن کو دیکھا جائے تو خدا یاد آئے

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی  
ایک دفعہ حضرت رائے پوری کی خدمت میں رائے پور  
جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا۔

چلتے وقت السلام علیکم کہا اور رخصت ہوتے  
وقت السلام علیکم کہا۔ نہ مزاج پرسی کی اور نہ کوئی  
اور بات کی۔ یہی ادب کرام کا اصلی ادب ہے  
کہ اپنے حالات بیان کے ان کا وقت ضائع  
نہ کرے۔ بلکہ ان کی نظر عظمت سے فائدہ اٹھائے

جس کا اشارہ دل را بدل راہبست میں ہے۔  
ایک دن رہا۔ آتے ہوئے ادباً اجازت خود نہیں  
مانگی۔ بلکہ دوسرے شخص کی معرفت عرض کی۔

ان کے سامنے میں بیٹھا تھا کہ درد شروع ہو  
گئی۔ اب نفس کہے کہ ٹانگیں پھیلا کر بیٹھو۔

میں نے کہا۔ کہ نہیں۔ اسی طرح مؤدب بیٹھنا



پڑے گا۔ اس ادب کا نتیجہ ہے۔ کہ اب  
جب ان کا کوئی خاص آدمی آتا ہے تو شفقت  
سے ضرور سلام بھیجاتے ہیں۔

کھرے انسانوں کا ہر کام اللہ کی رضا کے  
لیے ہوتا ہے۔ وہ بیوی اس لیے لاتے ہیں  
کہ غیر پر نظر بد نہ پڑے اور اللہ ناراض نہ ہو  
جاسکے۔ اس کی خدمت اس لیے کرتے ہیں  
کہ اس کے ماں باپ کے کھرے سے خدا اور  
رسولؐ کا واسطہ دے کر لائے ہیں۔ وہ ڈرتے  
ہیں کہ اگر خدمت نہ کی تو وہ بارگاہ الہی میں  
شکایت کرے گا کہ مجھے مضائقہ تھا۔ اس قسم  
کے لوگوں کا ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہوتا  
ہے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (مقرب الیہ)  
دلہے کا واقعہ ہے کہ جماعت ایک دفعہ ریاست خیرپور میرس گئی۔ حضرت  
امروٹیؒ بھی ہمراہ تھے۔ سب لوگ حضرت سے اجازت لے کر  
ڈبھی کا کوٹ دیکھنے گئے مگر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نہیں گئے  
حضرت امروٹیؒ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ حضرت نیت سمجھ  
نہیں آتی۔



بے مہرہ ز مہرہ رنگ گیسرو

انسان کے اندر کے جذبات کا دوسروں پر اثر ہوتا ہے۔ اس لیے میں ہمیشہ صحبت پر زور دیا کرتا ہوں۔ جو خود کھرے ہیں۔ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔

اول تو کاٹا دھرے انسان، ملنے مشکل ہیں۔ اگر مل جائیں تو ہر شخص ان سے فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ فیض حاصل کرنے کے لیے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ میں یہ چیزیں حضور کے ذریعہ مبارک سے لیتا ہوں۔ عبداللہ بن ابی کو حضور سے نہ عقیدت تھی۔ نہ ادب اور اطاعت کرتا تھا۔ اس لئے مسجد نبوی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے باوجود بھی جہنم کا ایندھن بنا۔

گھول یا گھوٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ مدت مدید تک صحبت میں رہنے سے رنگ چڑھتا ہے



صحابہ کرام میں بجز معدودے چند صدیق اکبر اور  
 ابوذر غفاریؓ اکثر اسلام لانے سے پہلے شرک  
 میں مبتلا تھے۔ حضورؐ کی صحبت حاصل ہوئی  
 تو اعلیٰ درجہ کے موحد بن گئے۔ استعداد موجود  
 تھی۔ تاثیر اوصاف سے ہوئی۔ اور قرآن کی تعلیم  
 اور حضورؐ کی صحبت نے انقلاب برپا کر دیا۔  
 کھرے انسانوں کی برکت سے اسلام زندہ  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ناقص انسانوں  
 کے دائرہ سے نکال کر کامل انسانوں کے دائرے  
 میں شامل فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین +  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ  
 صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کے  
 دریافت کرنے پر آپ نے اس نور کی تین  
 علامتیں بیان فرمائیں اور انسان کامل کی بھی یہی  
 علامتیں ہیں۔

۱۔ انتجانی عن دار الغرور۔ یہ دنیا دھوکہ کا گھر ہے



اس کی ہر چیز بے دفا ہے۔ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے۔ تو پھر انسان۔ گھوڑے کوٹھی۔ موڑ۔ بیوی بچے سب کو بے دفا سمجھتا ہے۔

۲۔ الا فابت الی دار الخلود۔ دنیا سے ہٹ کر طبیعت کا رخ آخرت کی طرف ہو جائے  
۳۔ استعداد للموت قبل نزولہ، موت سے پہلے موت کی تیاری شروع ہو جائے۔

بعض انسانوں کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور یہی کامل انسان یعنی اللہ والے ہوتے ہیں بعض کو دیکھنے سے خدا بھول جاتا ہے۔ ایک شخص نے مجھے بتلایا کہ وہ اللہ اللہ کرتا تھا۔ اس کی برکت سے اس کے دل میں چراغ روشن تھا۔ ایک دفعہ وہ پانی والے تالاب کی طرف سے آ رہے تھے۔ سنہری مسجد کے قریب ایک حسینہ جمیدہ نوجوان ہندو لڑکی پر ان کی نظر کا پڑنا تھا کہ چراغ فوراً بجھ گیا۔ پھر



آج تک روشن نہیں ہوا۔ یہ تو عورت تھی بعض  
 مرد ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے آنے سے  
 طبیعت گھٹتوں تک ٹھیک نہیں ہوتی۔ اللہ کے  
 نوکر سے نوا کر کی طبیعت بے حد نازک ہو جاتی  
 ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ نازک مزاج ہوتے  
 ہیں۔ میں کہتا ہوں نہیں۔ دراصل اللہ والے  
 نازک مزاج ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کامل انسان بنائے  
 آمین یا اللہ العالمین! تاکہ ہر عمل حیات میں  
 اللہ کی رضا مطلوب ہو جائے۔ اس کا طریقہ بھی  
 عرف کر چکا ہو۔ اللہ والے ہر چیز کے ناقد ہوتے ہیں  
 جو کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرتے ہیں۔  
 مثلاً صراف سونے اور چاندی کی پہچان کرتا ہے  
 انسانوں کو بھی پرکھنے والے اللہ کے بندے  
 ہوتے ہیں۔



۱۵ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۵۹ء

## تزکیہ کی برکات

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس اللہ اللہ کرنے والے احباب کی تربیت کے لیے ہے۔ جن کو ذکر کی تلقین کی جا چکی ہے۔ اصل میں تو یہ مجلس روزانہ ہونی چاہیے۔ لیکن چوں کہ روزانہ اس کے ہونا مشکل ہے۔ اس لیے ہفتہ میں ایک بار ہونی ہے۔ یہ مجلس روحانی امراض سے پاک ہونے کے لیے ہے دنیا میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سے جس کسی شخص کا بھی تعلق ہو۔ وہ ہر جسمانی مرض سے پاک ہو۔ بیوی اس کو بنانا چاہتا ہے جو ہر مرض سے شفا یاب ہو۔ دق اور سل کی مریضہ نہیں چاہتا۔ بیٹے بھی ہر لحاظ سے شفا یاب چاہتا ہے۔ نوکر بھی صحت مند



چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی ایسے بندے چاہئیں۔  
 جو امراض روحانی سے پاک ہوں۔ جس طرح  
 جسمانی امراض کے معالج ہوتے ہیں۔ اسی  
 طرح امراض روحانی کے بھی معالج ہوتے ہیں۔  
 روحانی امراض کے معالج انبیاء علیہم السلام ہوتے  
 ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے ورکوارے کے  
 غلام جن کو صوفیائے کرام کہتے ہیں۔ یہ دیوتی  
 ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر آتا ہے۔  
 فرماتے ہیں :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے  
 ان پر مبعوث میں ایک رسول  
 انہیں میں سے مبعوث فرمایا  
 جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا  
 ہے اور انہیں پاک کرتا ہے  
 اور انہیں کتاب و حکمت

سکھاتا ہے۔

(سورة المجدة اع ۲۸)



وہ فرائض اربعہ یہ ہیں :-

۱۔ تلاوت آیات : حضور قرآن مجید کی آیات اللہ تعالیٰ سے جبریل کی معرفت لے کر صحابہ کرام کو پہنچا دیتے تھے۔

۲۔ تزکیہ نفس : حضور صحابہ کرام کا تزکیہ نفس فرماتے تھے۔ آپ کی صحبت بابرکت کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ ان کے اندر سے تمام امراض روحانی نکل جاتے تھے۔

۳۔ تعلیم کتاب : حضور صحابہ کرام کو قرآن مجید کی آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔

تلاوت آیات اور چیز ہے۔ تعلیم کتاب اور چیز ہے۔ صحابہ کرام حضور سے مختلف

چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور آپ ان کا جواب دیتے تھے۔ مثلاً وہ

یتامی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ یَسْأَلُونَكَ عَنْ

اٰیَتِ الْيَتَامٰی۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لِّهُمْ خَيْرٌ

۴۔ تعلیم حکمت



پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ ظاہری پاکیزگی اس کو ملھارت کہتے ہیں

۲۔ باطنی پاکیزگی : اس کو تزکیہ کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بندہ مقبول اور

محبوب ہے۔ جس کا تزکیہ نفس ہو چکا ہو

یعنی جو امراض روحانی سے پاک ہو۔

جسمانی امراض کی تکلیف موت تک ہے

جو مریض کل تک ماہی بے آب کی طرح تڑپتا

تھا۔ آج جب دم بیکل گیا۔ تکلیف ختم ہو

گئی اور مرض سے آرام آ گیا۔ اس کے بعد

اس کو حقیقی جلدی ہو سکے۔ سپرد خاک کر دینا

چاہیئے۔ یہ اللہ کی امانت ہے۔ یہ غلط رسم

ہے کہ فلاں رشتہ دار کو تار دیا ہے۔ وہ آکر

منہ دیکھ لے تو جتاڑہ اٹھے گا۔ روحانی بیماریاں

مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتیں۔ وہ قبر میں

بھی تڑپائیں گی۔ اور حشر میں بھی۔

اگر امراض روحانی سے جیتے جی شفا نہ ہوئی



توان کے علاج کا اللہ کے ہاں ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ یہ ہسپتال کی طرح اس کے مختلف وارڈ ہیں۔ بعض امراض روحانی کے مریض شفا یاب ہو کر دوزخ سے نکل آئیں گے بعض روحانی امراض مہلک ہیں۔ ان کے مریض ابد الابد جہنم میں رہیں گے۔ اور کبھی نکلتے نہ پائیں گے!

مہلک روحانی امراض یہ ہیں :

۱۔ کفر۔ ۲۔ شرک۔ ۳۔ نفاق اعتقادی۔  
 اللہ تعالیٰ کا حکم آیا۔ ہادی نے پوری طرح سمجھایا۔ لیکن ذاتی اغراض کی بنا پر انکار کر دیا۔ یہ کفر ہے۔ جو شہری صاحبِ جہاد اور زمیندار میراث کے معاملہ میں شریعت کا انکار کر کے رواج کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے۔ جس کے سامنے انسان ہستی کی سپر ڈال دے۔ اس میں غیر کو شریک بنانا شرک ہے۔ قرآن مجید پر اعتراض کرنے والے نفاق اعتقادی



کے منافق ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹنا  
وحشیانہ سزا ہے۔ وہ منافق ہیں۔ پر وہ پر  
اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں  
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ  
الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ  
بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ  
مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ  
مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ  
إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ  
وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ  
عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (سورة البقرة ۱۰۱ پ)

کیا تم کتاب کے ایک حصہ  
پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے  
حصہ کا انکار کرتے ہو۔ پھر جو  
تم میں سے ایسا کرے اس  
کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل  
ہو اور قیامت کے دن بھی  
سخت عذاب میں دھکیلے  
جائیں اور اللہ اس سے بے خبر  
نہیں جو تم کرتے ہو۔

یہ آیت اصل میں یہود کے حق میں ہے۔  
لیکن اس میں وہ شخص بھی آتے ہیں۔ جو قرآن  
کے بعض حکموں کو تو مانتے ہیں اور بعض کا انکار



کہتے ہیں - پروردہ - شرعی حدود اور سود کے متعلق احکام قرآن پر اعتراض کرنے والے بھی اسی مد میں آتے ہیں - ایسے لوگوں کے لیے نہ شفاعت ہے نہ نجات ہے -

کچھ امراض روحانی قابل علاج ہیں - مثلاً کبر - عجب - حسد - یہ بھی جہنم میں پہنچائیں گے مگر ان کا مرینق مزا بھگت کر نکل آئے گا حضور کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں فترہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ بہشت میں نہیں جائے گا - صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہر شخص کا دل چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں - اس کا جوتا اچھا ہو - آپ نے فرمایا - کہ یہ تکبر نہیں ہے - اس کے بعد آپ نے تکبر کی تعریف فرمائی - بطور الحق و عیط الناس (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذیل سمجھنا -)

ہمیں اگر اللہ نے دولت دی اور غریب کو نہیں دی تو اس میں اس کا کیا قصور ہے - اس



کو اس لیے حقیر سمجھنا کہ اس کے کپڑے پھٹے  
پر لٹے ہیں اور جوتا ٹوٹا ہوا ہے۔ یہ تکبر ہے۔  
ع خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت اُ ہی جاتی ہے  
دولت اور طغیانی لازم ملزوم ہیں۔ الا ماشاء  
اللہ۔ عجب یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ  
نے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمائی۔ تو  
اس کو اللہ کے فضل کے بجائے اپنی محنت  
کا نتیجہ سمجھے۔ قارون مرضِ عجب میں مبتلا تھا۔  
اللہ والے اس کو نصیحت فرماتے ہیں۔

اَوْ قَالَ لَدَا قَوْمٍ  
لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ  
لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ  
وَاجْتَنِبْ قِيَمًا اَنَّا لَكُمُ  
الْبَارِ الْاٰخِرَةَ وَ لَا  
تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنْ  
الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَا  
اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ

جب اس سے اس کی قوم نے  
کہا اترامت۔ اللہ اترانے والوں  
کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے  
اللہ نے دیا ہے اس سے  
آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ  
دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی  
کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ  
بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں







کرنے کی برکت سے امراض روحانی سے شفا  
 ہو جاتی ہے۔ کبر، عجب اور حسد نہ رہے۔ یہ  
 تزکیہ نفس ہے۔ حسد حرام ہے۔ غبطہ جس کو  
 فارسی میں رشک کہتے ہیں۔ وہ جائز ہے۔ حسد  
 یہ ہے کہ کسی سے کالے علم کا تعویذ لیا۔ کہ  
 پڑوسن کا بچہ مر جائے۔ اور میرے ماں ہو جائے  
 یہ حرام ہے۔

غبطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ  
 اے اللہ تو نے فلاں عورت کو بیٹا دیا ہے  
 تیرے ماں بیٹوں کی کیا کمی ہے۔ اس کا بھی  
 سلامت رہے اور مجھے بھی عطا فرما یہ جائز ہے  
 کامل کی صحبت میں طالب صادق کے اندر  
 سے یہ باطنی امراض نکل جاتے ہیں۔ کامل سے  
 فیض حاصل کرنے کے لیے عقیدت، ادب اور  
 اطاعت کی ضرورت ہے۔

میرے دو مرتبی ہیں (۱) حضرت دین پوریؒ۔  
 (۲) حضرت امروٹیؒ۔ حضرت امروٹیؒ کا آج سے



۶۲ سال قبل کا واقعہ مجھے یاد ہے۔ حضرت کے  
لنگر میں کچھ کھجور کے درخت تھے۔ ایک دن  
میری موجودگی میں ایک شخص نے شکایت کی  
کہ حضرت بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں۔  
حضرت کا ایک خادم تھا۔ جس کا نام اللہ درایا تھا  
آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اللہ درایا ! ان  
بد معاشوں کو پکڑ کر لاؤ۔ تاکہ میں ان کو سزا دوں  
اللہ درایا کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ کہ  
حضرت ! سب سے بڑا بد معاش تو میں ہوں۔  
اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت خاموش ہو گئے۔  
اس نے حضرت کی طبیعت کا رخ پھیر دیا وہ  
جاہل مطلق تھا۔ لیکن صحبت کا اس پر اثر تھا  
صدقے میں تیرے ساتھی مشکل آسان کر دے  
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے  
اللہ والے ہستی مسل کر رکھ دیتے ہیں۔ اللہ  
سیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تزکیہ نفس ہو جائے  
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔



مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ  
فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ  
مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ  
نَفْسِكَ (سورة النساء ۷۸) کی طرف سے ہے۔

آج کا سبق یہی ہے کہ اگر راحت پہنچے تو  
اس کو اللہ کا فضل سمجھا جائے۔ اور اگر کوئی  
تکلیف آئے تو اس کو اپنے کسی گناہ کی نشانی  
سمجھا جائے۔ سندھی میں کسی نے کہا ہے :

مہر سائیں جی داما، قہر سائیں جی گاہ گاہ  
ہیں ہو جے تاں واہ واہ ہوں ہو جے تاں ماہ ماہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یہ حصہ دنیا میں  
نازل شدہ ہے۔ اس میں ایک ماں کے حصہ  
میں کتنا آیا ہوگا۔ ماں اولاد پر ہر وقت شفقت  
کرتی ہے۔ لیکن کبھی مارتی بھی ہے۔ اس کی  
مار بھی شفقت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اسی  
طرح اللہ تعالیٰ ہمارے کسی گناہ کے باعث  
سزا دے تو یہ بھی اس کی شفقت ہے کہ سزا



یہاں مل گئی۔ اگر قیامت کے دن تک اکٹھی  
 ہوتی رہتی تو وہاں زیادہ ملتی۔  
 ظفر آدمی اس کو نہ جانے گا خواہ ہو کتنا ہی صاحب فہم و ذکا  
 جسے عیش میں یا و خدا نہ رہی جسے عیش میں خوف خدا نہ رہا  
 کامل کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے  
 کہ اگر کسی نے گامی دی تو اس سے نہ لڑے  
 گا۔ بلکہ یہ سوچے گا کہ کس گناہ کی سزا ملی ہے  
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے پاک  
 ہو کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا  
 اللہ العالمین ! و ما علینا الا البلاغ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۵۶ء

دنیا کے مروجہ علوم میں سب سے کامل علم  
 کتاب و سنت کا ہے  
 ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی نئے صاحب ہوتے



ہیں اس لئے مجھے ہر بار یہ عرض کرنا پڑتا ہے  
 کہ یہ مجلس ان احباب کی رہنمائی اور تربیت  
 کے لیے ہوتی ہے جو اللہ کا نام سیکھنے کے  
 لیے جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
 مجھے اور ان کو اللہ اللہ کرنے کی توفیق عطا  
 فرمائے۔ تاکہ اللہ کے پاک نام کی برکت  
 سے عمل کی توفیق نصیب ہو۔ جب دنیا  
 سے رخصت ہو کر جائیں تو اللہ تعالیٰ کو  
 راضی کر کے جائیں اور ہماری قبریں روضۃ  
 من ربانی الجنۃ (بہشت کے باغوں میں سے  
 باغ) بن جائیں۔ جن کا اللہ اللہ کرنے کا  
 تعلق نہیں وہ بڑی خوشی سے آئیں۔ مجھے  
 کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میری ذمہ داری اللہ اللہ  
 کرنے والوں کے متعلق ہے۔ میں سوچ کر  
 آتا ہوں۔ تین چار دن برابر سوچتا رہتا ہوں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت  
 آئے گی ان سے کیا کہوں۔ مجلسِ ذکر کی



تقریر کے علاوہ جمعہ کا خطبہ بھی ہوتا ہے اس  
 کے لیے بھی تیاری کرنی پڑتی ہے۔ وہ ہزاروں  
 مسلمانوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ ہفت روزہ  
 ”خدام الدین“ میں مجلسِ ذکر اور جمعہ کا خطبہ دونوں  
 چھپتے ہیں۔ الْحَمْدُ لِلّٰہ یہ چار سو سے شروع  
 ہوا تھا اور اب ۲۳ سو چھپ رہا ہے اس  
 میں ہم نہ سیاست اور نہ کسی جماعت کے خلاف  
 کچھ لکھتے ہیں۔ مودودی صاحب کے خلاف  
 میرے مضامین ”نوائے پاکستان“ میں چھپتے  
 رہتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے۔ میں نے  
 ان سے سوال کیا تھا کہ آپ نے مکہ معظمہ  
 اور حرمِ پاک کے متعلق پہلے جو کچھ لکھا تھا  
 وہ درست ہے یا غلط۔ لیکن ”خدام الدین“  
 میں ان کے خلاف آج تک ایک لفظ بھی  
 نہیں لکھا گیا۔

آج میں جب ذکر میں آ کر بیٹھا ہوں تو  
 اللہ تعالیٰ نے مضمون سمجھا دیا۔ یہ نہیں کہ



دماغ میں مضامین آتے نہیں۔ آتے ہیں مگر  
 طبیعت کہیں "نکتنی" نہیں۔ جب طبیعت ملک  
 جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے شرح  
 صدر ہو جاتی ہے۔ جب میں خطبہ لکھتا  
 نہیں تھا تو بعض اوقات منبر پر بیٹھ کر طبیعت  
 کسی مضمون پر "نکتنی" ہوتی۔ اب بھی لکھتے وقت  
 کئی کئی دن سوچتا اور قرآن کی ورق گردانی کرتا  
 رہتا ہوں۔ آپ سب آزاد اور میں پابند ہوتا  
 ہوں۔ آج اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ اس مضمون  
 پر کچھ کہو کہ "دنیا کے تمام مروجہ علوم میں  
 سب سے کامل سب سے اعلیٰ۔ سب سے  
 زیادہ بصیرتیں پیدا کرنے والا سب سے زیادہ  
 کارآمد۔ سب سے زیادہ دور رس۔ ماضی حال  
 اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا۔ اللہ تعالیٰ سے  
 روشناس کرانے والا۔ بااخلاق بنانے والا۔  
 صحیح معنوں میں انسان بنانے والا۔ دنیا کی  
 دولتوں سے بچانے والا اور آخرت میں عذاب



الہی سے نجات دلانے والا علم فقط کتاب و سنت کا علم ہے۔

یہ سب خوبیاں کتاب و سنت کے علم میں پائی جاتی ہیں اور مسلمان اس سے بے خبر ہیں۔ اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔ آج کل سائنس دانوں کی کتنی عزت ہے لیکن ان کا کام اس گوشت پوست، ہڈیوں کے ڈھانچے کے لیے سہولتیں پیدا کرنا ہے پہلے مسلمان بادبانی کشتیوں میں حج کے لئے جاتے تھے۔ مولانا خیر محمد صاحب سندھی مرحوم نے مجھے بتلایا کہ وہ ایک دفعہ بادبانی کشتی میں حج کے لئے گئے تھے۔ ہوا کے نہ چلنے کے باعث کشتی سترہ دن تک سمندر میں ایک جگہ کھڑی رہی۔ اب جہاز بن گئے ہیں وہ انجن سے چلتے ہیں ہوا چلے یا نہ چلے۔ لاکھوں من لوہے کا جہاز پانی پر چلا دیا۔ واقعی بڑی ترقی ہو گئی؟ پہلے بحری جہاز گیارہ دن



میں جدہ پہنچتے تھے۔ اب سنا ہے چھ دن  
 میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ترقی کی  
 تو ہوائی جہاز بنا لیے۔ ہمارا ہوائی جہاز پورے  
 سات گھنٹہ میں کراچی سے جدہ پہنچ گیا تھا  
 لیکن اس ترقی میں ہوا کیا؟ کون سی خوبی  
 آگئی؟ کیا لوگ پہلے سے زیادہ باخدا ہو گئے  
 یا ان میں خوف خدا پیدا ہو گیا؟ یا کوئی  
 آخرت کا نفع ہو گیا یا شرافت آگئی؟ پہلے  
 ٹیلیفون نہیں تھے۔ پھر ٹیلیفون ایجاد ہوا۔  
 اب سنا ہے کہ اس میں بات کرنے والے  
 کا نوٹ بھی آئے گا۔

انسانیت اسی سائز میں آئے گی۔ گھوٹے  
 گدھے وغیرہ کے سائز میں نہ آئے گی۔ جیسے  
 عطر بوتل میں ہی آ سکتا ہے۔ ہاتھ۔ پڑیا،  
 پلے یا جوتی میں نہیں آ سکتا۔ اس سائز میں  
 انسانیت کی استعداد ہے۔ انسان بنانے کے  
 لئے آسمان سے چشمہ آب حیات آتا ہے۔



انبیاء علیہم السلام چشمہ آب حیات لے کر آتے  
 ہیں۔ اس وقت قرآن چشمہ آب حیات ہے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا پانی  
 دیا۔ جن کے اندر استعداد تھی۔ وہ مرود سے  
 مقبول۔ غافل سے ذاکر۔ جہنمی سے جنتی ہو گئے۔  
 باقی سب علوم کا تعلق اس گوشت پوست  
 ہڈیوں کے ڈھانچے کے ساتھ ہے۔ کتاب و  
 سنت کے علم کا تعلق روحانیت کے ساتھ ہے  
 یہ دنیا اور آخرت دونوں کے متعلق ہدایات دیتا  
 ہے۔ یہ دنیا میں عزت دلاتا ہے اور آخرت  
 میں عذاب الہی سے بچاتا ہے۔ اور کسی علم  
 میں یہ خاصیت نہیں۔ انگریز روحانی لحاظ سے  
 خود اندھا، مسلمان کو اندھا کر گیا۔ مسلمان خوش  
 ہیں کہ لڑکا ایم۔ اسے ہو گیا اور لڑکی بی اے  
 ہو گئی۔ یہ پتہ نہیں کہ کلمہ بھی نہیں آتا۔ اور  
 آخرت کے لحاظ سے نیٹ اندھے ہیں سوٹ  
 اور ہیٹ پہن کر پھولے نہیں سماتے۔ میں کہا



کرتا ہوں کہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے  
 والے لڑکے اور لڑکیوں کے اندر اکثر ایمان نہیں  
 ہوتا۔ دو قسم کے نوجوان اور لڑکیاں مستثنیٰ ہیں  
 ۱۔ جنہوں نے نیک ماں باپ کے زیر سایہ  
 تربیت پائی۔

۲۔ جو رہے تو ہوسٹل میں مگر کسی باخدا کے  
 سامنے زانوئے ادب نہ کیا۔

کتاب و سنت کا علم یہ سکھلاتا ہے کہ دنیا  
 یوں گزارنی ہے اور آخرت کے لیے یہ یہ کر کے  
 جانا ہے۔ یہ انسان اور گدھے میں تمیز کرنا ہے  
 مائٹس میں یہ خوبی ہے؟ انسان میں غیرت اور  
 حیا ہے۔ یہ مل جل کر خدا یاد کرنے کا عادی  
 ہے اور بنانے والے کے سامنے سر بسجود ہوتا  
 ہے۔ اگر ان کو ان چیزوں کا پتہ ہوتا تو کیا یہ  
 ڈانس کھیلتے۔ شراب پیتے اور بد معاشری کرتے؟  
 حضرت مولانا اصغر علی صاحب رومیؒ اسلامیہ  
 کالج لاہور میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ انہوں



نے ایک دفعہ مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ  
 شاف روم میں ایک نوجوان رمضان میں سگریٹ  
 پی رہا تھا۔ مولانا نے کہا کہ آپ کو رمضان کا  
 احترام کرنا چاہیئے اور اس طرح کھلے بندوں تم کو  
 تمباکو نوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس نے جواب  
 دیا۔ کہ میں جس چیز کو جائز سمجھتا ہوں اس کو  
 کیوں پھپھاؤں۔ مولانا نے اس سے کہا کہ کل  
 اپنی بیوی کو دھڑلے آنا اور سب کے سامنے  
 ہم بستری کرنا۔ جب یہ فعل جائز ہے تو اس کو  
 کیوں پھپھاتے ہو؟ انگریز اس جہالت میں ہمیں  
 پھنسا گیا ہے۔ ایک ہیڈ ماسٹر کی لڑکی کی شادی  
 تھی۔ ہماری جماعت کے ایک شخص نے جو  
 ہیڈ ماسٹر کے رشتہ دار تھے اس کو خلاف شرع ہوں  
 پر تنبیہ کی تو کہنے لگے کہ نہیں کس مولوی  
 نے یہ دین سکھایا ہے۔ انہوں نے میرا نام  
 بتلا دیا۔ تو کہنے لگے وہ تو وہابی ہیں انہوں  
 نے جب پوچھا کہ وہابی کسے کہتے ہیں تو کہنے



لگا کہ جو مسئلے مسائل بیان کرے۔ تیرہ چودہ سو  
 لڑکے ان کے زیر سایہ تعلیم پا رہے ہیں جب  
 دین سے ہیڈ ماسٹر صاحب اس قدر بے بہرہ ہیں  
 تو لڑکوں کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیجئے۔  
 جب جمالت کا یہ حال ہو تو اندازہ کیجئے۔  
 کہ کتاب و سنت کے علم کی اشاعت کی کتنی  
 ضرورت ہے؟

اگر بینیم کو نابینا و چاہ است  
 و گر خاموش بنشیم گناہ است  
 اکثریت کی نظر میں اس علم کی کوئی وقعت  
 نہیں۔ وہ رزق کے لیے علم حاصل کرتے ہیں  
 یہ نہیں سمجھتے کہ رزق کی قبض و بسط اللہ تعالیٰ  
 کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ      اللَّهُ تَعَالَىٰ جِسِّ كَيْلِ چاہتا  
 لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ      ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے  
 (سورہ رعد ۲۷ پ ۱۳)      اور جس کے لیے چاہتا ہے



تنگ کر دیتا ہے ۔

کیا حجام دولت مند اور زمیندار مقروض نہیں ہوتے ؟ تعلیم یافتہ طبقہ میں کتنی بے روزگاری ہے ؟ چاندی دی ریت نہیں سونے دی توفیق نہیں ۔ تعلیم یافتہ نوجوان چھابڑی لگا نہیں سکتا اور بڑے پیمانے پر کام کرنے کے لیے سرمایہ نہیں ۔ اس لئے بیروزگاری عام ہے ۔ ایک اسامی کے لئے ہزاروں درخواستیں آتی ہیں کتاب و سنت کی تعلیم زندگی سنوار دیتی ہے ۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو ۔

عَايِشَرُوْهُنَّ  
بِالْمَعْرُوْفِ  
ان (عورتوں) کے ساتھ حسن سلوک  
سے زندگی بسر کرو ۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

وَلَا تُمَسِّكُوْهُنَّ ضَرْاًّا  
لِّتَعْتَدُوْا  
اور ان (عورتوں) کو نقصان  
پہنچانے کے لیے بند نہ رکھو



(سورۃ البقرہ ۱۹۷ پ ۲) تاکہ تم ان پر زیادتی کرو  
 میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک  
 نوجوان ان احکام پر عمل کرے تو اس کے لئے  
 ہر ایک کے دل سے دعا نکلے گی یا نہیں۔  
 اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ۔ سراسر سب اس  
 سے راضی ہوں گے۔ سب کہیں گے کہ بڑا  
 بڑا ہی شریف ہے۔ جب تک نباہ ہوا عزت  
 سے رکھا اور جب نباہ نہ ہو سکا تو جس طرح  
 عزت سے لایا تھا۔ اسی طرح عزت کے ساتھ  
 اس کے والدین کے گھر چھوڑ کر آئے اور ہاتھ  
 جوڑ کر عرض کرے کہ افسوس ہے کہ میرا اس  
 سے نباہ نہ ہو سکا۔ عطا ئے تو بقائے تو بخشیدم  
 ایسے شریف لڑکے کے لیے شام ہونے سے پہلے  
 پہلے کئی رشتے آئیں گے۔ ایسے شخص کی دنیا  
 اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ اس کے مقابلہ  
 میں ایک دوسرے لڑکے کو بیٹھے۔ جو نہ تو  
 نباہ کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ مطلق چھوڑ



رکھا ہے۔ اس کے خلاف سب کی آہیں  
بارگاہِ الہی میں جائیں گی۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن  
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید  
مسلمان تعلیم کا بڑا دلدادہ ہے۔ چاروں  
طرف تعلیم تعلیم کا شور ہے۔ مگر کتاب و  
سنت کی تعلیم کی پروا نہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے  
سامنے ہے۔ پہلے لڑکیوں میں جتنا حیا تھا۔  
اتنا اب نہیں ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کیا  
خوب کہا ہے۔

نہ خانہ زوں میں رہ جائیگی پرئے کی یہ پابندی  
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجبِ منہ منم ہونگے  
یہ اس تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جس کا اتنا چرچا  
ہے۔ جو تعلیم ضروری ہے اس کے لیے مولوی  
محمد مقبول عالم صاحب ہماری مسجد میں چیتے رہتے  
ہیں مگر کوئی آتا ہی نہیں۔ استاد بی اے ہے  
اور مفت پڑھاتے ہیں۔ چوکی مفت۔ مشران



مفت - مکان مفت - بجلی مفت - سب کچھ مفت  
 مگر پھر بھی قرآن پڑھنے کے لئے نہیں آتے  
 عیسائیوں کے کالجوں اور سکولوں میں پڑھنے  
 کے لیے بڑے شوق سے جاتے ہیں - حالانکہ  
 وہ انجیل بھی پڑھاتے ہیں گویا کہ خود بچوں کو  
 بے ایمان بناتے ہیں - یہ حرام خوری کا نتیجہ  
 ہے - عربی میں کسی نے کہا ہے :

اذا كان الخراب دليل قوم سید یدہم الی دارالکلاب  
 خود حرام کھاتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں  
 کو حرام کھلاتے ہیں - اس لیے بچوں کو گرجوں  
 میں پڑھاتے ہیں - تربیت سے انسان نازک  
 مزاج ہو جاتا ہے - میرا دل چاہتا ہے کہ شہر  
 سے دور ایک تربیت گاہ بنائی جائے - جہاں  
 داخل ہونے والے خود چکی پیسیں - خود پکائیں  
 اور کھائیں - ہر وقت با وضو اور ذکر الہی میں  
 مصروف رہیں - پھر دیکھئے طبیعت میں تراکت  
 آتی ہے - لیکن ۵



کریمیاں را بدست اندر در ہم نیست  
 خداوندان نعمت را کرم نیست  
 اپنے پتے پیسے نہیں جن کے پاس پیسے  
 ہیں ان کو اس کی ضرورت کا احساس نہیں۔  
 حرام کا فقر کھایا دل سیاہ ہو گیا۔ کوئی  
 بے دین آ گیا تو دل سیاہ ہو گیا۔ طبیعت میں  
 نزاکت کہاں سے آئے۔  
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سنت  
 کے علم سے اپنے سینوں کو منور کرنے، اور  
 شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا  
 فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۶ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء  
 ظاہری صفائی سے زیادہ باطنی صفائی کے  
 اہتمام کی ضرورت ہے  
 عرض یہ ہے کہ یہ حلقہ فکر اللہ اللہ کرنے



والی جماعت کے لیے ہے۔ دوسرے احباب  
 بھی آتے ہیں۔ چشم ماروٹن ویل ما شاد۔ اصل  
 میں یہ مجلس حلقہ نوکر میں منسلک ہونے والوں  
 کی اصلاح باطن کے لیے ہوتی ہے۔  
 ظاہری صفائی کتنی مشکل ہے۔ اس کے  
 لئے کتنا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ کپڑے دھلے  
 ہوئے ہوں۔ جسم صاف ستھرا ہو۔ کنگھی بٹھا  
 کی ہوئی ہو۔ باطن کی صفائی کے لئے اس سے  
 بھی زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔ منافقین کی  
 ظاہری صفائی کی اللہ تعالیٰ بھی شہادت دیتے  
 ہیں۔ ارشاد باری ملاحظہ ہو :

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ	اور جب ان کو دیکھیں تو ان
أَجْسَامُهُمْ وَوَانُ	کے ڈیل ڈول اچھے لگیں گے
لِقَوْلِهِمْ لَقَوْلِهِمْ	اے اگر وہ بات کریں تو آپ
كَانَهُمْ خَشَبٌ مُسْتَقَرٌّ	ان کی بات سن لیں گویا کہ وہ
يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ	دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں
عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ	وہ ہر آواز کو اپنے ہی اوپر



فَاُحْذَرُهُمْ قَاتِلَهُمُ  
خیال کرتے ہیں وہی دشمن ہیں

اللَّهُ زَاكِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
پس ان سے ہوشیار رہیے

سورة المنافقون (ع ۲۱)  
اللہ انہیں فارت کرے۔ پس

کہاں بکے جا رہے ہیں۔

ان کی ظاہری وضع قطع ڈیل ڈول کی اللہ

تعالیٰ بھی تعریف فرما رہے ہیں۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو دیکھ کر تعجب

کرنے لگتے ہیں۔ باتیں بھی ایسی سوہنی کرتے

ہیں کہ آپ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں۔ لیکن

باطنی صفائی نہ ہونے کے باعث مردود بارگاہ

الہی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ ان کی مثال لکڑی

کی ہے جو دیوار کے سہارے کھڑی کر دی جائے

تو کھڑی رہے گی۔ اگر دیوار کا سہارا نہ رہے تو

گر پڑتی ہے۔ ان میں منافقین کے اپنے

اندر ایمان کی طاقت نہیں۔ اس لیے ان کی

ظاہری صفائی کسی کام نہ آئے گی۔ اسی سورتہ

میں آگے چل کر منافقین کے متعلق ارشاد



سرماتے ہیں :-

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ  
لَهُمْ أَمْ لَمْ تُسْتَغْفِرْ  
لَهُمْ ۚ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ  
لَهُمْ طَائِفَةٌ إِلَّا لَا  
يَهْدِي الْقَوْمَ  
الْفَاسِقِينَ ط

برابر ہے خواہ آپ ان کے  
لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔  
اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشنے کا۔  
بے شک اللہ بدکار قوم کو  
ہدایت نہیں کرتا۔

الْفَاسِقِينَ ط

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ ظاہر  
کی صفائی نمبر دوم اور باطن کی صفائی نمبر اول  
ہے۔ باطن کی صفائی سے دل کی صفائی مراد  
ہے۔ باطن کی صفائی کا نام تزکیہ ہے۔ دل  
سارے جسم میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اگر  
دل پاک ہے تو سارا جسم پاک ہے۔ اگر  
دل پلید ہے تو سارا جسم پلید ہے اگر کنوئیں  
میں زہر ڈال دیا جائے تو جو اس کا پانی پئے گا  
وہ مرے گا۔ خواہ گلاس کتنا ہی صاف ستھرا  
ہو۔ اگر دل پلید ہے تو جسم اور کپڑوں کی



صفائی عذاب الہی سے نہ بچا سکے گی۔ اس  
کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشاد ملاحظہ ہو :

إِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً  
إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ  
الْجَسَدُ وَإِذَا فَسَدَتْ  
فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ  
إِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ

بے شک (انسان) کے جسم  
میں البتہ ایک گوشت کا ٹکڑا  
ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا  
ہے تو سارا جسم درست ہو  
جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب

ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار۔  
اور وہ دل ہے۔

دل پر باطن کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔  
انسان کے جسم میں دل بادشاہ ہے۔ دماغ  
اس کا وزیر و مشیر ہے اور باقی اعضاء اس  
کی فوج ہیں۔ اصل میں دل سے ایک بات  
نکلتی ہے۔ دماغ اس کے متعلق غور و فکر کرتا  
ہے اور دل کو مشورہ دیتا ہے۔ اگر دل اور دماغ  
متفق ہو جائیں تو پھر فوج کو اس کام کے کرنے



کا حکم دیا جاتا ہے۔ انسانوں کی ایک قسم تو منافقین کی ہے۔ جن کا ظاہر تو ٹھیک ہے مگر باطن ٹھیک نہیں۔ اس لیے مردود ہیں۔ ایک قسم انسانوں کی ایسی بھی ہے۔ جن کے دل میں اتنا نور ایمان ہے مگر کسی ظالم کے مجبور کرنے سے بحالت اضطرابی وہ کلمہ کفر منہ سے کہہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ بارگاہ الہی میں قابلِ عفو ہیں۔ کیوں کہ ان کا باطن نورِ ایمان سے منور ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

إِلَّا مَن أَكْبَرَهُ وَ  
قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ  
مُکْرَهُ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

ایک ع ۲۰

بِالْإِيمَانِ  
لہذا اصل چیز یہی ہے کہ باطن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ضرور درست ہونا چاہیے۔ بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل کی اصلاح ہو برائے دل کی اصلاح کا نام تزکیہ ہے۔ تزکیہ کا یہ



مطلب ہے کہ دل ماسوا اللہ سے پاک ہو جائے۔ اب میرا معمول یہ ہے کہ بیعت کے وقت میں پہلا سبق یہ دیا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانا کیجئے۔ دل سے ماسوا اللہ کو نکال دیا جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نہ زمین رہے نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے اور نہ شیطان رہے۔ جب دل میں بھی اللہ کے سوا کوئی نہ سمائے۔ نہ بان پر بھی اللہ ہی ہو اور دماغ میں بھی اسی کا تصور ہو۔ تو ایسا شخص اگر پہلا سبق پکاتے پکاتے فوت ہو جائے تو انشاء اللہ قبر اور حشر کے عذاب سے بچ کر سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا۔ زبان سے یہ کورس پانچ منٹ میں بتلایا جاسکتا ہے۔ کوئی اس کو دس سال۔ کوئی تیس سال اور کوئی آخری لمحہ حیات تک بمشکل تکمیل دے رہا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کسی نے کہا ہے۔



دلا تو رسم تعلق ز مرغِ اُبی جو

گرچہ غرق بد ریاست خشک پر ریخت

سمندر کے سفر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا

ہے کہ ایک پرندہ سطحِ آب پر بیٹھا ہے۔

موج پر موج اس کے اوپر سے اُکر گزر جاتی

ہے مگر اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب

دل چاہے اڑ جاتا ہے۔ ماسوا اللہ کو دل

سے نکال دیتے کا یہ مطلب نہیں کہ سب

سے لڑتا رہے۔ بیوی بچوں کو نکال دے

بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ سب کے ساتھ

رہے۔ مگر دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

سے تعلق نہ ہو۔

ایک اور آیت ہے :

بدویوں نے کہا ہم ایمان لے

آئے ہیں۔ کہہ دو تم ایمان نہیں

لائے۔ لیکن تم کہو کہ ہم

مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک

قَالَتِ الْأَعْرَابُ

أَمَنَّا وَقُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا

وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ



فِي قُلُوبِكُمْ (سورۃ الحجرات) ایمان ہمارے دلوں میں داخل  
 رکوع ۲ پارہ ۲۶) نہیں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل بھی دل  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان مقبول ہے  
 جو دل میں ہو۔ خالی زبان سے ایمان کا دعویٰ  
 مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تزکیہ  
 قلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین  
 یا اللہ العالمین ط

برایک کے ساتھ اللہ کے لئے تعلق رکھا  
 جائے۔ یہی نیکی ہے۔ بیوی کی اس لئے خدمت  
 کریں کہ اللہ کی تین آیتیں اور آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا خطبہ مسنونہ پڑھ کر لائے ہیں  
 اولاد کی اس ایسے خدمت کریں کہ حضور کا  
 ارشاد ہے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ  
 لَا اَهْلٍ  
 تم میں سے سب سے بھلا وہ  
 ہے۔ جس کا اپنے بیوی بچوں  
 سے سلوک اچھا ہے۔



اسی طرح اللہ کی رضا کے لیے بھائی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

اصلاح دنیا کا نام دین ہے۔ دین کوئی الگ چیز نہیں۔ ہر کام میں اللہ کی رضا پیش نظر ہو تو دین ورنہ دنیا۔ مسلمان کا ہر کام عبادت میں شمار ہو سکتا ہے صرف ایک شرط ہے کہ ہر کام میں اللہ کی رضا کی نیت بنالی جائے۔ اُمّ محمدت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِمْنَا الْاَعْمَالُ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے۔

بِالنِّيَّاتِ (الحديث)

اگر رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر ایک شخص اس نیت سے جلدی سو جائے تاکہ فجر کی نماز باجماعت پڑھ سکے۔ تو اس کی ساری رات عبادت میں شمار ہوگی۔

میرا دل کئی دفعہ چاہتا ہے کہ کپڑوں کو دھجیاں لگا کر پہنا جائے۔ لیکن اس ڈر سے نہیں پہنتا۔ کہ حالی سائل نہ سمجھا جاؤں۔ اور



قرآن کا درس بدنام نہ ہو۔ سوالی دو طرح کے ہوتے ہیں :-

۱۔ حالی : جو اپنا حال دکھلا کر سائل بنتے ہیں وہ معذرت سے نہیں مانگتے۔

۲۔ قالی : جو زبان سے سوال کرتے ہیں۔

میرے پردادا پیر رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اونٹ کو خوب سجا کر اس پر سوار ہو کر لشکر لے لے جا رہے تھے۔ کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت آج یہ کیا سماں دکھا رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ فلاں سید کے بیٹے جو جوہر کے کناسے مولیٰ چرایا کرتا تھا۔ اللہ اللہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی برکت دی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِاللِّبَات۔

میری معروضات کا حاصل یہ نکلا۔ کہ تزکیہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ :

۱۔ دل ماسوا اللہ سے خالی ہو جائے۔ تعلق سب



کے ساتھ ہو۔ لیکن دل میں مطلوب محبوب اور مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہو۔

۲۔ ہر کام عبادت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ نیت رضائے الہی بنالی جائے۔ جن کے دل میں

نہ ایمان ہے اور نہ اسلام۔ ان سے جب قبر میں سوال ہوگا۔ مَنْ تَبِعَكَ رَبِّكَ کون ہے، تو وہ جواب دیں گے۔ ہا ہا لا ادی

دافسوس مجھے تو پتہ نہیں، اس دنیا میں دل میں ایمان ہوتا تو جواب دیتے۔ ربی اللہ (میرا رب

اللہ تعالیٰ ہے) مَا دِیْنُکَ رَبِّکَ (تیرا دین کیا ہے) کا بھی وہی جواب دیں گے کہ مجھے تو پتہ نہیں۔

دل میں اسلام ہوتا تو بولتا۔ کہ دِیْنِ الْاِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے) جنہوں نے دین کو اپنایا

نہیں وہ کیا بولیں گے۔ طوطا کتنی باتیں کرتا ہے۔ جب بلی کو دیکھتا ہے۔ تو سب کچھ

بھول جاتا ہے۔ اپنی اصلی بولی یاد رہ جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہج جائے فہو المراد



جو اس سے ٹکرائے گا۔ ہم اس کو اٹھا کر پھینک  
 دیں گے۔ اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں  
 آتا ہے :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ  
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
 يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ  
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ  
 كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ  
 أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ  
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ  
 كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ  
 الْإِيمَانَ -

آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے  
 جو اللہ اور قیامت کے دن پر  
 ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں  
 سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو  
 اللہ اور اس کے رسولؐ کی  
 مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ ان  
 کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا  
 کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں  
 یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں

(سورۃ المجادلہ ص ۲۸ پ ۲۸)

اللہ تعالیٰ باپ - بیٹے - بھائی - کنبہ سب کو  
 رگنا گئے ہیں۔ مقصود فقط اللہ کی ذات ہے  
 جو ٹکرائے گا۔ اس کو ہٹا دیں گے۔  
 یہ توحید پرست ہیں :-



گفتن و کردن مسرتے دارد

ہم اللہ کو بھی راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اور  
ماسوا اللہ کو بھی۔ یہ شرک ہے۔ ۷

ہم وہ بدست قلندر ہیں، کبھی مسجد ہیں کبھی مسند ہیں  
کبھی برادری کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی

خدا کو۔ یہ نیک دنیا دار ہیں جو برادری کو خدا  
کے درجہ پر لاتے ہیں۔ ان سے شریعت کا

اتباع کرنے کے لیے کہا جائے تو کہتے ہیں  
کہ ہم تو دنیا کے کتے کتیا ہیں۔ میں کہا کرتا

ہوں کہ قرآن کتوں کتوں کے لیے نہیں  
آیا۔ یہ بے ایمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھ سے کہلاتا ہے اس  
پر مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ اس کے لیے صحبت کی ضرورت ہے  
بلے میوہ ز میوہ رنگ گیسو

میں کہا کرتا ہوں کہ دل ہے زمین۔ قرآن  
ہے چشمہ آب حیات اور مالی اصل میں تو آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب آپ کے دروازہ کے غلام یہ کام کرتے ہیں۔ دل کو قرآن کا پانی دیا جائے تو ایمان مضبوط ہو جاتا ہے کہ کسی کی پرواہ نہیں رہتی۔

اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے دروازہ پر سدا ہی آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مسلسل آنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ہر ارشاد کرای العین معلوم ہوتا ہے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہر اسباں نہ شود

میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ کے دروازہ پر جو آتا ہے۔ وہ خالی نہیں جاتا۔ بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو اور جو نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دینے نہیں جاتے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں ان کی کوٹھیوں میں ان کو قرآن پڑھانے کے لیے جاؤں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے



یہاں پر میرے پاس قرآن سننے کے لیے  
بھجوا دیتے ہیں۔

۴ صفر ۱۳۷۷ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۵۶ء

## محاسبہ

میری آج کی معروضات کا عنوان ہے محاسبہ  
یعنی اپنا حساب خود لینا۔

صوفیاء کرام فرمایا کرتے ہیں :

حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ  
تُحَاسَبُوا  
اپنا محاسبہ کرو تو قبل اس کے کہ  
تم سے حساب لیا جائے

اس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔  
غالباً صوفیائے کرام نے وہیں سے یہ لیا ہے  
سورة المؤمنون رکوع ۶ پارہ ۱۸ میں آتا ہے

إِنَّمَا كَانُ فَرِيقٌ مِّنْ  
عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا  
۱ مَنَّا فَأَغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا  
میرے بندوں میں سے ایک  
گروہ تھا جو کہتے تھے اے  
ہمارے رب ہم ایمان لائے



وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم  
کر اور تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے ۔

وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو دل سے مانتے  
ہیں اور فَاعْفُرْ لَنَا اپنے گناہوں کو سامنے رکھ  
کر ہی کہہ رہے ہیں ۔ اس میں یہ اشارہ پایا  
جاتا ہے کہ پہلے انہوں نے اپنے اعمال کا  
محاسبہ کیا ۔ اور اس کے بعد اپنے گناہوں کی  
معافی کے لئے درخواست کی ۔

ایک اور جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول  
بندے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں جہاد  
کے لیے جاتے ہیں ۔ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ  
ہیں ۔ میدان جہاد میں پہنچے ہوئے ہیں ۔ جب  
فتح میں دیر اور جہاد میں رکاوٹ پیدا ہو گئی  
تو بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں ۔ کہ اے  
اللہ! ہم سے غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ  
سے فتح انہیں ہو رہی ۔ اس غلطی کو معاف فرمادے  
اور ہمیں ثبات قدم رکھیو ۔ یعنی ہمارے قدم



و مگر گمانے نہ پائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنا محاسبہ  
کئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مجاہدین  
کے حالات یوں بیان فرمائے گئے ہیں۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ  
قَاتَلَ مَعَهُ رَبِّيُّونَ  
كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا  
لِذَا أَصَابَهُمُ  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَ  
مَا ضَعَفُوا وَمَا  
اسْتَكَانُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ  
الصَّابِرِينَ ۚ وَمَا  
كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنِ  
قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا  
وَلِرَبَّنَا وَارْحَمْنَا فِي  
أَمْرِنَا ۖ وَشِئْتِ  
أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا  
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۚ

اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ  
ہو کر بہت اللہ والے لڑے ہیں  
پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے  
پر نہ ہارے ہیں اور نہ کسست  
ہوئے ہیں اور نہ وہ دبے  
ہیں اور اللہ ثابت قدم رہنے  
والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور  
انہوں نے سوائے اس کے  
کچھ نہیں کہا۔ کہ اے ہمارے  
رب ! ہمارے گناہ بخش دے  
اور جو ہمارے کام میں ہم سے  
زیادتی ہوئی ہے اور ہمارے  
قدم ثابت رکھ اور کافروں کی  
قوم پر ہم کو مدد دے



اللہ واسے جب تکلیف آتی ہے۔ تو اسے  
اپنے گناہوں کی پاواش سمجھتے ہیں۔ اسرافنا میں  
اسراف کے معنی ہیں تجاوز عن الحد۔ ایک اور  
جگہ فرماتے ہیں :-

اقْرَأْ كِتَابَكَ ، كَفَى  
بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ  
حَسِيبًا  
اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔ آج  
اپنا حساب لینے کے لیے تو  
ہی کافی ہے۔

یہ قیامت کے دن محاسبہ نہ کرنے والوں  
سے ارشاد ہوگا۔ اگر یہاں محاسبہ کیا ہوتا تو قیامت  
کے دن ذلت نہ ہوتی۔ اس سے یہ بھی معلوم  
ہوتا ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے  
اپنا محاسبہ کرنے کی استعداد اور قابلیت رکھی  
ہے۔ صوفیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک  
سے ہی لے کر ہم کو تلقین فرمائی ہے۔

حَاسِبُوا قَبْلَ أَنْ تَحْاسِبُوا

میں نے اپنے دونوں مرتبوں کے ہاں دیکھا  
کہ وہ حضرات نماز فجر کے بعد اشراق پڑھ کر



مسجد سے نکلنے تھے۔ پھر نماز عصر کے بعد مغرب  
 تک بیٹھتے تھے۔ ہمارے خاندان قادیان میں یہ  
 نشست اس لیے ہوتی تھی کہ رات کے اعمال  
 کا محاسبہ نماز فجر کے بعد کر لیا جائے۔ اور دن  
 کے اعمال کا محاسبہ سورج کے غروب ہونے کے  
 وقت تک کر لیا جائے۔ تاکہ یومیہ حساب بقیہ  
 ہوتا رہے۔ نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا  
 جائے اور اگر گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی  
 مانگ لی جائے۔

میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس پروگرام  
 پر عمل نہیں کر سکتا۔ درس کی خاطر نماز فجر کے بعد  
 مجھے دس پندرہ منٹ سونا پڑتا ہے۔ اگر نہ  
 سوؤں تو درس میں نیند آنے لگے۔

اَوْصِنِي نَفْسِيْ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا بَعْدَهُ ۔ پہلے  
 اپنے نفس سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں  
 کہ جانچا کیجئے۔ درس۔ مجلس ذکر اور جمعہ میں آنے  
 سے کچھ فائدہ بھی ہوا یا نہیں۔ سمجھ دار تاجر روزانہ



کو حساب کتاب کر کے اٹھتے ہیں۔ ان کو  
 پتہ ہوتا ہے۔ کہ دکان میں مال کتنے کا  
 تھا۔ آج بکری کتنے کی ہوئی۔ اگر  
 دکان میں مختلف چیزیں ہیں۔ تو ہر  
 ایک کے متعلق ان کو پتہ ہوتا ہے  
 کہ کتنی قیمت کی ہے۔ اور شام  
 کو کتنی بکری ہوئی۔ اندھا دھند  
 کاروبار کرنے والے تاجر کبھی کامیاب  
 نہیں ہو سکتے۔ روحانیت میں بھی  
 حساب کتاب کی ضرورت ہے۔ ادھر بھی  
 جانچا کیجئے کہ جب بیعت نہیں کی تھی۔ تو کتنا  
 وقت اپنی روحانی اصلاح کے لیے صرف کرتے  
 تھے۔ اب بیعت کے بعد کتنا وقت دیتے  
 ہیں۔ کچھ حاصل ہوا یا پہلے کی طرح باطن کے  
 لحاظ سے اندھے ہی رہے۔ اسی طرح درس  
 میں آنے سے پہلے اور بعد کی حالت کو جانچا  
 کیجئے۔ قرآن میں انقلابی طاقت ہے۔ مجھے اللہ



کے فضل سے پوری امید ہے کہ جو احباب مسلسل  
 قرآن مجید کا درس سنتے ہیں وہ پہلے کفر کی رسموں  
 کو زندہ کرنے کے لیے اڑتے اور لڑتے تھے۔  
 اب وہ کفر کی رسمیں کرنے والوں سے لڑتے  
 ہیں۔ قرآن مجید پڑھا تو لا الہ الا اللہ کا  
 رنگ چڑھا۔ پہلے کچھ اور تھے اب کچھ اور ہیں  
 اب اللہ تعالیٰ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے  
 ہیں۔ پہلے غیر اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے  
 تھے۔ پہلے دل بیوی اولاد اور ساز و سامان وغیرہ  
 کے ساتھ وابستہ تھا۔ خدا راضی رہے یا نہ رہے  
 خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے  
 یا نہ رہے۔ بیوی اور اولاد راضی ہو جائے۔ کسی  
 کا دل بیوی۔ کسی کا اولاد میں اٹکا ہوا تھا یہ  
 کنڈی شیطان نے پھنسا رکھی تھی۔ بعض کو  
 جائداد اور بعض کو روپیہ پیارا ہوتا ہے۔ ان  
 بیماریوں کے مریض موجود ہیں۔  
 اب خدا کے سوا کوئی مطلوب محبوب اور



مقصود نہیں رہا۔ نباہ سب کے ساتھ کرتے ہیں۔  
مگر دل صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔  
جیسے کسی نے کہا ہے :

ولا تو رسم تعلق ز مرغِ آبی جو

گچہ غرق بد ریاست خشک پر برخاست

اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں بے شمار برکتیں  
ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اللہ  
تعالیٰ سے وابستہ ہوتا جاتا ہے۔ اور ماسوا اللہ  
سے کٹتا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ	آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	جو اللہ اور قیامت کے دن پر
يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ	ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں
اللَّهَ وَرَسُولَهُ	سے بھی دوستی رکھتے ہوں۔ جو
كَافَرُوا أَبَاءَهُمْ أَوْ	اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ	کرتے ہیں۔ گودہ ان کے باپ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ	یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ



کَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ  
الْإِيمَانَ  
ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ  
ہیں جن کے دلوں میں اللہ

سورۃ المائدہ ص ۳۱ (پٹا) نے ایمان لکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے یہ درجہ نصیب  
ہوتا ہے۔ اس لیے میں پہلے اپنے نفس  
سے اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں سحابیوں  
قَبْلَ أَنْ تَخَاسِبُوْا۔ حدیث شریف میں آتا ہے  
کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بالشت بھر  
آتا ہے تو وہ اس کی طرف ہاتھ بھر آتا  
ہے۔ اگر یہ ہاتھ بھر آئے تو اللہ تعالیٰ باع  
آتا ہے۔ اگر یہ چل کر آئے تو اللہ تعالیٰ  
دوڑ کر آتا ہے۔ انسان ادھر کا رخ تو کرے  
اگر رخ ہی نہ کرے تو پھر اصلاح کس طرح ہو  
سکتی ہے۔ اگر کوئی رخ تو کرے وہی کا او  
دعا کرے کہ اے اللہ تو مجھ کو پشاور پہنچا  
وے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اسکولوں اور کالجوں میں یہ سبق نہیں پڑھایا



جاتا ہے۔ وہاں تو اس کی تلاش ایسی ہے۔  
 جیسے کوئی کیکر کے درخت پر چڑھ کر ہیر  
 کی تلاش کرے۔ مدارس عربیہ میں بھی یہ  
 سبق نہیں پڑھایا جاتا۔ یہ صوفیائے کرام کے  
 ہاں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو  
 اس سبق کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے  
 اللہ تعالیٰ ہی میرے دل میں ڈال دیتا ہے  
 اور میں آپ کے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں  
 مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے  
 کہ حلقہ ذکر میں بیٹھنے اور میری معروضات  
 سننے سے کچھ تو فائدہ آپ کو ہوا ہوگا۔  
 اس وقت دنیا میں قرآن مجید ہی ایک  
 ایسی کتاب ہے۔ جو ہندو جہ ذیل چار عنوانات  
 پر بولتی ہے :

- ۱۔ قرآن فوری الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے۔
- ۲۔ ان کے نمبر بتلاتا ہے۔
- ۳۔ حقوق کے ادا کرنے کا سلیقہ سکھلاتا ہے۔



۴۔ اگر تعلقات بگڑ جائیں تو ان کو درست کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے۔

ذوی الحقوق میں نمبر اول اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے بعد والدین کا نمبر آتا ہے۔ مگر آج کل کتنے ہیں جو والدین کے فرماں بردار ہیں۔ اکثریت ان کی ہے جن کو بیوی پیاری ہے اور ماں سے نفرت ہے۔ ابھی پانچ چھ دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی میرے چار بیٹے ہیں۔ خاوند آوارہ مزاج ہے چاروں ہی میری خدمت نہیں کرتے۔ کتنے ہیں کہ تم مانگ کر کھاؤ۔ ان بد بختوں کو پتہ نہیں کہ ماں ایک ہی ہے۔ جیسے شہد پر مکھیاں آتی ہیں۔ اگر دولت ہے تو روز نئی بیوی مل سکتی ہے۔ بعض نوجوان وارڈھی موچھیں منڈاتے ہیں اور باپ پرانے فیشن کا ہے۔ وارڈھی رکھی ہوئی ہے۔ کیڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ ان کو شرم آتی ہے اس کو باپ کہتے ہوئے۔ یہ



قرآن سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ  
مجھے اور آپ کو ان باتوں کی سمجھ اور ان پر  
عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الدالاعلمین

۳ صفر ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۵۴ء

## اللہ کے برگزیدہ بند

میں ہمیشہ یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس  
ان احباب کے لیے ہے جن کا بیعت کا  
تعلق اس گنہگار سے ہے۔ ان کا یہ تعلق  
تزکیہ باطن کے لیے ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ  
ان کے باطن کی صفائی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ  
ان سے راضی ہو جائے۔ ویسے کوئی آئے تو  
ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم کوئی راز کی باتیں  
نہیں کرتے۔ اللہ کا نام لیتے ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس قسم کا مخاطب ہو۔



متکلم اسی قسم کی باتیں کرتا ہے۔ بچہ مخاطب ہو  
 تو اس سے اور طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔  
 بیوی سے اور طرح کی۔ یہ پبلک جلسہ نہیں ہے  
 یہ اجتماع خاص ہے۔ جو اس مقصد کے لیے  
 ۴۰۔ ۴۲ میل سے آتے ہیں۔ ان کی خدمت  
 میرے ذمہ فرض ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الا کلکم راع وکلکم  
 مسئول عن رعیتہ۔ وہ شام کو چار بجے آتے  
 ہیں اور صبح چار بجے چلے جاتے ہیں۔ وہ اس  
 لیے آتے ہیں کہ حلقہ ذکر میں شریک ہوں۔  
 اور جو کچھ میں کہوں۔ اس کو لوح دل پر لکھ  
 کر لے جائیں اور عمل میں لائیں۔ جب وہ  
 اتنی دور سے آتے ہیں تو میرا بھی فرض ہے  
 کہ میں اصلاح باطن کی طرف ان کو توجہ دلاؤں  
 ان پر کچھ اثر ہوتا ہے تو اتنی دور سے آتے  
 ہیں۔ جو سنتے ہیں اور لوح دل پر لکھ کر چلے  
 جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح



باطن بھی فرما دیتے ہیں۔ اس قسم کی باتیں میں  
درس یا جمعہ کے دن نہیں کہتا۔ میری آج  
کی تقریر کا عنوان ہے۔

خِيَارُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ  
إِذَا رُذِّدُوا كَسُوا اللَّهَ  
وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا  
جائے تو خدا یاد آئے۔

یہ حضور کا ارشاد ہے :

دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ! وہ جن کو  
دنیا محبوب ہے۔ ۲۔ وہ جن کو آخرت محبوب  
ہے۔ اکثریت ان کی ہے۔ جن کو دنیا محبوب  
مطلوب اور مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے  
خود شاکی ہیں۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں :

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ  
الْعَاجِلَاتِ وَتَذُرُّونَ  
الْآخِرَةَ  
یہ وہ ہیں جو دنیا کو بڑا ہی  
محبوب سمجھتے ہیں اور آخرت  
کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔

سورة القيامة ۱۷ چا (دنیا بڑی پیاری ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے



کہ انسان کے پیٹ کو مٹی ہی بھرتی ہے۔ ہر  
ایک ترقی کا خواہاں ہے۔ اگر ملازم ہے اور  
۵۳ روپے ماہوار پر نوکر ہوا تھا تو اب ۱۵۰  
روپے لے رہا ہے۔ مگر اور کی خواہش باقی  
ہے۔ تاجر پیشہ چاہتا ہے کہ دس لاکھ روپیہ  
پھوڑ کر مروں۔

اور شکایت سینے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ  
الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ  
وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ  
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ  
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ  
الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ  
وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ  
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا  
وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الْمَآبِ۔

رگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت  
نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے  
عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی  
کے جمع کیے ہوئے خزانے  
اور نشان کیے ہوئے گھوڑے  
اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی  
زندگی کا فائدہ ہے۔ اور  
اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ  
ہے۔

المآب۔ (سورۃ آل عمران رکوع ۲ پ ۳)



اللہ تعالیٰ نے پہلے بیوی کا ذکر فرمایا انسان  
 کو بیوی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ بیوی آئی۔ تو  
 ماں بھول گئی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ماں ایک  
 ہی ہے۔ ماں بہن اور باقی محرمات کے سوا  
 سارے جہان کی عورتیں بیویاں ہو سکتی ہیں۔  
 اگر اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے۔ تو ایک  
 دن میں پچاس بیویاں کر سکتے ہو۔ ایک کو  
 طلاق دی اور دوسری سے نکاح کر لیا۔ انگریز  
 نہیں غلط راستے پر ڈال گیا ہے۔ ابھی چند  
 دن ہوئے ایک عورت میرے پاس آئی۔  
 میں نے کہا کہ جمعہ کا دن عورتوں کے لیے  
 رکھا ہوا ہے۔ آج میں نہیں مل سکتا۔ جب  
 مجھے معلوم ہوا کہ وہ قصور سے آئی ہے۔ تو  
 میں نے اس کو اندر بلا لیا۔ اس نے مجھے  
 بتلایا کہ میرا خاوند آوارہ مزاج ہے۔ میرے چار  
 بیٹے ہیں۔ میں نے ان کو سینا پرونا کر کے  
 پڑھایا۔ سب کی شاویاں کیں۔ اب چاروں ہی



مجھے کچھ نہیں دیتے اور کہتے ہیں - کہ بھیک مانگ کر کھاؤ -

ایک اور عورت کا واقعہ ہے جو ڈیڑھ ماہ ہوا میرے پاس آئی - اس کے پانچ بیٹے ہیں - پانچوں ہی اچھی تنخواہیں لیتے ہیں بڑا لڑکا ہزار روپیہ تنخواہ پر ملازم تھا - اب وہ بد بخت سات آٹھ ماہ ہوئے مر گیا ہے ماں جب ان سے مانگتی تو کہتے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں - ہماری بیویاں دیتی ہیں تو لے لو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے -

هٰمَا جَنَّتْكَ وَ یہی دونوں (ماں اور باپ) تیرا  
فَارِکْ بہشت اور یہی دونوں تیرا دوزخ ہیں

اسلام کی تو یہ تعلیم ہے کہ ماں اور باپ کی دعائیں لے کر گئے تو جنت ملے گی - اور اگر بد دعائیں لیں تو دوزخ میں ڈال دیے جاؤ گے انگریز متہیں یہ بنا گیا ہے کہ مائیں روتی پھرتی ہیں اور بیویاں بڑی پیاری ہیں - اللہ تعالیٰ



مجھے اور آپ کو اس دلدل سے نکالے۔ آمین  
 یا اللہ العالمین۔ یہ یاد رکھو کہ دس کروڑ بیویاں  
 ایک ماں کے جوتے کے برابر بھی نہیں ہو  
 سکتیں۔ شریعت میں ایک وقت میں چار  
 سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے  
 یکے بعد دیگرے جتنی چاہو کر سکتے ہو۔ بیوی  
 نے اگر جہیز سے تمہارا گھر بھر دیا ہے۔ اور  
 خود بھی وہ حسن و جمال میں اپنی نظیر آپ ہے  
 اس کے مقابلہ میں اگر ماں کافی اور کوچھی ہے  
 تو بیوی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ انگریز یہ  
 چاہتا تھا کہ یہ نام کا مسلمان رہے کام کا  
 نہ رہے۔ اس میں وہ کامیاب ہو کر گیا ہے۔  
 بیوی آئے گی تو بچے جننے گی۔ اس لئے  
 بیوی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کا ذکر فرمایا  
 ماں نے پہلے ہی بیٹے کی کنگھی پٹی کر کے نیکر  
 پہنا رکھی تھی۔ بابو صاحب دفتر سے آئے۔  
 بیٹا آتا آتا کر کے لیٹ گیا۔ بابو صاحب نے



چائے پی اور بیٹے کو انگلی لگا کر باغ میں سیر  
 کرانے کے لیے لے گئے۔ ظہر کی نماز دفتر  
 میں گئی۔ عصر اور مغرب کی نماز بچے کی سیر  
 کرانے میں گئی۔ بیوی اور بچوں کی ضروریات  
 پوری کرنے کے لیے دولت چاہیئے۔ اس لئے  
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تو بہ تو خزانوں کا  
 ذکر فرمایا۔ روپیہ بڑا پیارا ہے مگر حالت یہ ہے  
 کہ سولہ سو روپیہ تنخواہ والوں کو بھی یہی کہتے  
 سنا ہے کہ ضروریات زندگی پوری ہی نہیں ہوتی  
 اس زمانہ میں سواری کے لیے موٹریں نہ تھیں  
 گھوڑے کی سواری ہی بہترین سواری سمجھی جاتی  
 تھی۔ اس لیے اس کے بعد والحیل المسوئتا  
 فرمایا۔ پھر دودھ پینے کے لیے گائے اور بھینس  
 چاہیئے۔ ان کا بھی ذکر فرمایا والانعام۔ گھوڑے  
 اور بھینس اور گائے کے لیے چارہ چاہیئے اس  
 لیے کھیتی کا بھی ذکر فرمایا۔ انسان کی تمام  
 محبوب چیزیں گننے کے بعد فرماتے ہیں۔ ذلک



مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ یہ سب اس دنیا کا ساز و سامان  
 ہے۔ مرنے کے بعد ان میں سے کوئی بچتر  
 کام نہ آئے گی۔ قبر میں جائیں گے۔ تو پتہ  
 چلے گا۔ کہ بیوی، بیٹے۔ کوٹھی وغیرہ سب غدار  
 نکلے۔ کوئی بھی ساتھ نہیں آیا۔ اگر تم نے رشوت  
 لے کر کوٹھیاں بنائیں اور اس آبادی کا نام  
 گلبرگ رکھ لیا تو کیا ہوا۔ لوگ تو اس کو  
 رشوت پورہ کہتے ہیں۔ تمہارے ظلم سے زمین  
 کا ایک ایک ذرہ الامان الامان پکار رہا ہے۔  
 مخلوق خدا تمہارے ظلم سے تنگ آ کر پکار اٹھی  
 ہے کہ ان سے تو انگریز ہی اچھے تھے۔ کیا  
 انگریز کے راج میں رشوت اتنی عام تھی، جتنی  
 اب ہے۔ اب تو دفتر میں افسر کے سامنے کہتے  
 ہیں کہ اتنے روپے دو گے تو کام ہو گا۔ ع  
 نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے لہے نہ ادھر کے رہے  
 تم نے انگریز کی خوبی ایک نہیں لی براہیاں  
 سب لے لیں۔ انگریز میں تین چیزیں تھیں :



۱۔ وہ وقت کا پابند تھا۔ اب ہمارے افسر وقت پر نہیں آتے۔ تو ماتحت کیوں نہیں۔ افسر بمنزلہ دماغ ہوتا ہے۔ اگر دماغ ہی خراب ہو جائے تو سارا جسم بیکار ہو جاتا ہے۔  
 ۲۔ وہ اپنے قانون کا خود احترام کرتا تھا۔ اب تو نہ افسر اور نہ ماتحت قانون کا احترام کرتے ہیں۔

۳۔ وہ اپنی قوم کا ہمدرد تھا۔ وہ اگرچہ خدا پرست نہ تھا۔ قوم پرست تو تھا۔ ہمارے حاکم نہ قوم پرست ہیں اور نہ خدا پرست۔ الا ما شاء اللہ۔

انہوں نے ان میں سے ایک چیز بھی نہیں لی۔ انہوں نے انگریز سے کیا لیا۔ ڈانس کھیلنا مشراب پینا۔ جو کھیلنا۔ زنا کرنا اور سیلنا دیکھنا اکبر الہ آبادی خوب کہہ گئے ہیں۔ ع  
 خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیلی موسم کی



نہ خاتونوں میں رہ جائیگی پرے کی یہ پابندی  
 نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہونگے  
 غرضیکہ تم برائیوں میں انگریز سے آگے بڑھ  
 گئے ہو۔ کیا اس کے زمانہ میں بھی لاہور میں ٹہنی  
 کے علاوہ پانچ ہزار فحاشی کے اوڑے تھے۔  
 تم کو نہ دین آتا ہے اور نہ تم نے انگریز سے  
 سیاست ہی سیکھی۔ یاد ہو گا کہ میں نے اعلان  
 کیا تھا کہ ایک ہفتہ اختیارات مجھے دے دو  
 عہدے تمہارے۔ تنخواہیں تم کھاؤ۔ الاؤنس تم لو  
 صرف اختیارات اور کار سرکار کے لیے موڑ دے  
 دو۔ پھر دیکھو۔ ایک دن میں نظام درست  
 کر کے دکھاتا ہوں یا نہیں۔ میں پہلے ہی دن  
 اعلان کروں گا کہ اگر ٹہنی میں کوئی بد معاش ہے  
 تو ایک گھنٹہ کے اندر اندر نکل جائے۔ اس  
 کے بعد پولیس کو کہوں گا۔ کہ وہاں پکٹنگ لگا  
 دو۔ اس کے بعد جو بد معاش بھی وہاں آئے گا  
 اگر شادی شدہ ہے تو وہیں سب کے سامنے



اس کو سنگسار کر دیں گے۔ اگر غیر شاہی شدہ ہے  
تو سو (۱۰۰) دسے لگائیں گے۔ پھر دیکھیں گے  
کہ دوسرے دن کتنے عاشق آتے ہیں۔

کہتے ہیں یہ وحشیانہ سزا ہے۔ تم خدا سے  
بہت عقلمند ہو؟ اگر تم شاہ لندن کے باغیوں  
کو سنٹرل جیل لاہور میں ایسیلیوں کو پھانسی دے  
دو تو منصف مزاج اور اگر ہم احکم الحاکمین کے  
قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں میں سے  
ایک کو سنگسار کر دیں تو وحشی۔ ع

بریں عقل و دانش بیاید گریست  
پاکستان کے دشمنو! نہ کھلتے ہو اور نہ کھلتے  
ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس دلدل سے  
نکالے۔ آمین یا الہ العالمین ط

اس کی تدبیر یہ ہے کہ شیخ کامل سے تعلق  
ہو۔ اگر شیخ کامل ہے اور طالب صادق ہے  
تو شیخ اس دلدل سے نکال لے جاتا ہے۔  
میں اب بیعت کے وقت یہ تلقین کیا کرتا ہوں



کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو۔ ومانع سے اس کے سوا سب نکال دو۔ نہ زمین رہے اور نہ آسمان رہے۔ نہ انسان رہے۔ نہ شیطان رہے اور دل پر اللہ ہو کی ضربیں لگاؤ۔ جب ومانع میں بھی اللہ کے سوا کوئی نہ ہوگا زبان سے بھی اللہ ہو کہیں گے اور دل پر بھی اسی کے نام کا اثر ہوگا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا یا نہیں؟

اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 اِنَّ رَفِی الْجَسَدِ مَضْنَعًا      بے شک انسان کے جسم  
 اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ      کے اندر البتہ ایک گوشت کا  
 الْجَسَدُ كُلُّهُ وَ اِذَا      ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو  
 فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ      جائے تو سارا جسم درست ہو  
 كُلُّهُ اِلَّا وَهِيَ الْقَلْبُ      جاتا ہے اور جب وہ خراب  
 ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار اور  
 وہ دل ہے۔

دل ہے باوشاہ۔ ومانع ہے وزیر اور باقی



اعضاء اس کی فوج ہیں۔ دل حکم دیتا ہے اور  
دماغ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔  
اور باقی اعضا حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اسی لیے  
اللہ والے ہر وقت اللہ ہو کرنے کی مشق  
کرتے ہیں۔ اس سے دل ذاکر ہو جاتا ہے  
حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ  
مجھ سے فرمایا کہ بیٹا پاخانہ میں بھی جاؤ تو دل  
ذکر الہی سے غافل نہ ہو۔ اللہ کے نام میں  
اتنی دہشت ہے کہ شیطان پاس نہیں ٹھہر سکتا  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب  
مؤذن اذان دیتا ہے تو شیطان اتنی دور بھاگ  
جاتا ہے۔ جہاں اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں  
یہ چیزیں وصفاً حاصل ہوتی تھیں کہ اب ان کو  
کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ صحابہ کرام کو صرف و  
نحو پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اب ہر  
ایک کو دونوں علم پڑھنے پڑتے ہیں۔ ان کے



بغیر کتاب و سنت کی صحیح سمجھ نہیں آ سکتی۔ صحابہ  
 کرام حضورؐ کی صحبت میں پہنچے اور ان کے ہر  
 ذرہ وجود اور ہر قطرہ خون میں اللہ کی یاد پیوست  
 ہو گئی۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک مخلص  
 صحابی ہیں۔ ایک دن وہ یہ کہتے ہوئے جا  
 رہے تھے۔ منافق حنظلہ، منافق حنظلہ، حنظلہ  
 منافق ہو گیا حنظلہ منافق ہو گیا (آگے سے صدیق  
 اکبر رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے دریافت  
 فرمایا کہ کیا ہوا؟ حنظلہ نے کہا۔ کہ جب  
 میں حضورؐ کے پاس بیٹھتا ہوں تو ایسے معلوم  
 ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ سامنے ہیں۔ لیکن  
 جب آپؐ سے دور ہٹ جاتا ہوں۔ تو وہ  
 رنگ نہیں رہتا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اندر  
 ایمان نہیں ہے۔ صدیق اکبرؐ نے فرمایا۔ کہ  
 میری بھی یہی حالت ہے۔ دونوں نے حضورؐ  
 کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا  
 آپؐ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔ میرے



ہاں جو حالت تمہاری ہوتی ہے۔ وہ بعد میں قائم نہیں رہ سکتی۔

یہ باتیں نہ کالجوں میں اور نہ دفتروں میں سنائی جاتی ہیں۔ یہ تو اللہ کے دروازے پر آنے ہی سے کانوں میں پڑتی ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اولیاء اللہ کے جوتوں کے تلے کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ماسوا اللہ دل سے نکل جاتا ہے۔ سب طمع کے یار ہیں۔ بیوی طمع کی یار ہے۔ میاں طمع کا یار ہے۔ میں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ خاوند اس بیوی سے خوش ہوتا ہے جو بچے بھی جن کر دے اور دھوبن کا کام بھی کرے۔ بھنگن اور باورچن بھی ہو۔ اگر بیوی سے اولاد پیدا نہ ہو تو مرد کہہ دیتے ہیں کہ خیر باندھ رکھی ہے۔ یہی حال



بیوی کا ہے۔ مرد جو کما کر لاتے اس کی بھولی  
 میں ڈال دے تو خوش۔ اگر مرد کہہ دے۔ کہ  
 تمہارے پاس گھر کے خرچ کے لیے کافی پیسے  
 ہیں۔ اس مہینہ میں ساری تنخواہ اللہ کے راستے  
 میں خرچ کروں گا تو پھر بیوی روٹھ جائے گی۔  
 آسمان پر ایک اللہ تعالیٰ بے طمع کا یا ہے  
 ہم نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ وہ ہمیں بے شمار  
 نعمتیں مفت دیتا ہے۔ یا پھر زمین پر بے طمع  
 کے یار سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں  
 جب تک ایک بھی کلمہ گو جہنم میں ہو گا۔ اپنے  
 مقام محمود پر چین سے تشریف فرما نہ ہوں گے  
 ان کے بعد پھر اللہ واسے بے طمع کے یار ہیں  
 وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو ایسا بن جائے  
 کہ اس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ عام شارحین  
 حدیث یہ کہتے ہیں کہ ان کے حال اور چال  
 کو دیکھا جائے تو خدا یاد آئے۔ میں فوراً اس  
 سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں۔ کہ لوگ ہمیں دیکھ



کہ یہ کہیں کہ فلاں شخص خدا واسطے پڑھاتا ہے  
 دیتا کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ ان کے بیوی بچے  
 بھی ہیں۔

دین محمدی کے حامل اور ناشر اب بھی موجود  
 ہیں۔ مَن جَدًّا وَجَدًّا (کوشش کرنے والوں  
 کو مل ہی جاتے ہیں) شیخ کامل ہو اور طالب  
 صادق ہو تو رنگ چڑھ جاتا ہے۔ طالب صادق  
 کے لیے ضروری ہے کہ عقیدت ادب اور اطاعت  
 میں فرق نہ آنے پائے۔ طالب کی ریاضت  
 ایسی ہے۔ جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی  
 پھاتی سے لگا کر رکھتی ہے اور شیخ کی توجہ ایسی  
 ہے جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ طالب  
 کی ریاضت اور شیخ کی توجہ ہو تو یہ پودا آگ کر  
 بار آور ہوتا ہے۔ میں دعویٰ سے کتنا ہوں۔ کہ  
 اگر دس ہزار طالب ہوں بشرطیکہ سب تربیت یافتہ  
 ہوں۔ سب ایک جگہ بیٹھے ہوں۔ درمیان میں  
 شیخ کامل بیٹھا ہو وہ ایک دفعہ اللہ ہو کہے گا تو ہر



ایکے دل پر اس کا اثر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور  
آپ کو اس درجہ پر پہنچائے۔ کہ اگر لوگ ہمیں  
دیکھیں تو ان کو خدا یاد آ جائے۔ آمین یا  
اللہ العالمین ؕ جس طرح دنیا میں بڑھنے کا  
شوق ہے اللہ تعالیٰ اوصاف بڑھنے کا بھی شوق  
عنایت فرمائے۔ یہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ شیخ  
کامل اور طالب صادق ہو۔ مولوی ابو محمد محمد  
صاحب میرے خسر تھے۔ وہ حضرت گنگوہیؒ  
کے شاگرد بھی تھے اور مرید بھی۔ ان سے کچھ  
اللہ اللہ سیکھا تھا لیکن بعد میں چھوڑ دیا تھا۔  
مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ایک دفعہ حضرت مولانا  
ابو محمد احمد کو دین پور بلایا۔ ان کا بیان ہے کہ  
رات کا وقت تھا۔ میں جب نہر کے پاس  
پہنچا جو دین پور شریف سے ایک فرلانگ کے  
فاصلہ پر ہے تو سب لطائف کھل گئے۔ اپنے  
اندر باطن کی استعداد ہو تو کامل کی موجودگی سے  
فائدہ ہوتا ہے۔ مگر جو خود ہی اندھا ہے۔ اس



کے لیے سورج کی روشنی بے معنی ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ اور مولانا حافظ احمد صاحب ہتھم دارالعلوم دیوبند بھی ایک دفعہ مولانا سندھی کے ہمراہ دین پور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ جب اسٹیشن خان پور پہنچے۔ جو دین پور تشریف سے تقریباً پونے دو میل ہے۔ تو ادھر ادھر دیکھیں خوشبو آئے مگر کچھ نظر نہ آئے۔ حضرت دین پوریؒ سڑک پر ان کے استقبال کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت دین پوریؒ کو دیکھ کر فرمایا۔ ارے عبید اللہ! تم نے مجھے مار ڈالا۔ پہلے کیوں نہ بتلایا کہ میں بیدل چل پڑتا۔

باطن کی بینائی ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کوٹھی میں جو اینٹیں لگی ہیں وہ حلال کی ہیں یا حرام کی۔ بہت ساری چیزیں بظاہر حلال اور اندر میں حرام ہوتی ہیں۔ لاہور کا گوشت اور دودھ اکثر



حرام کا ہوتا ہے۔ بعض قصائی ایک دوسرے  
 کے جانور چرا لیتے ہیں۔ اس لیے ان کا گوشت  
 حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔ گوجروں کے ہاں  
 گائے اور بھینس کے بچے ہلکے ہلکے کر مر  
 جاتے ہیں۔ اس طرح بچوں پر ظلم کر کے حاصل  
 شدہ دودھ حقیقت میں حلال نہیں ہوتا۔ لاہور  
 میں بعض اوقات نمک بھی حرام کا ہوتا ہے۔  
 بعض آوارہ مزاج بچے بیل گاڑیوں سے نمک  
 کے ڈلے اٹھا کر سستے دامنوں وکان دار کے  
 ہاں بیچ جاتے ہیں۔ یہ نمک حرام ہے۔ کیا  
 ہمارے حکام اور وزراء کو حلال حرام کی تمیز ہے  
 اگر ہوتی تو پارٹیاں کیوں کھاتے؟ اسکا کھانے والا  
 بھی کامل ہو اور سیکھنے والا بھی طالب صادق ہو  
 تو اللہ کے نام سے حلال حرام کی تمیز پیدا ہو  
 جاتی ہے۔ آپ حرام بھی نہ پھوڑیں اور پھر یہ  
 چاہیں کہ ادھر کا رنگ بھی چڑھ جائے یہ کیسے  
 ہو سکتا ہے؟



ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دہل

این خیال است و محال است قبول

حرام کھانے سے اول تو عبادت کی توفیق

سبب ہو جاتی ہے۔ اگر عبادت کرے گا بھی

تو قبول نہ ہوگی۔ کچھ دن ہوئے ایک عورت

میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو سیرجہ التاثر

و خلیفہ پڑھنے کے لیے بتلایا۔ لیکن لاہور کا دور

گوشت اور گھی چھڑوا دیا۔ اس نے چار دن ہی

پڑھا تھا کہ کام حسب منشا ہو گیا۔ آپ حرام

کھاتے ہیں۔ اس لیے حلال و حرام کی تمیز نہیں

ہوتی۔ انسان یا خود باطن کے لحاظ سے بیٹا

ہو یا بیٹا کے ہاتھ میں لاٹھی دے دے۔ جو

کھائے اس سے پوچھ کر کھائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بخیر عباد اللہ

الذین اذا راوا ذکر اللہ کی لائن پر چلائے۔

آمین یا اللہ العالمین۔ یہ ابد الابد تک کام

آنے والی چیز ہے۔



۲۰ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

## اصلاح حال

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لیے منعقد کی جاتی ہے جو حلقہ بیعت میں شامل ہیں۔ ان کی روحانی تربیت میرے ذمہ فرض ہے۔ اس لیے ان کی رہنمائی کے لیے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں کہ جن کو میں نے تیرے دامن سے وابستہ کیا تھا تو نے ان کو کیا سکھلایا تھا تو میں عرض کر سکوں کہ اے اللہ! مجلسِ ذکرِ ملاحظہ فرما لیجئے۔ منبر پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی ساری امت کو پیش نظر رکھ کر کچھ عرض کرتا ہوں اور اس مجلس میں صرف حلقہ بیعت والوں کو۔ دوسرے احباب بھی آتے ہیں۔



”چشم مارو شن دل ما شاد“  
 میری آج کی تقریر کا عنوان ہے -  
 ”اصلاح حال“

بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس دنیا  
 میں اصلاح ہو جائے۔ اگر یہاں نہ ہوئی۔ تو  
 قبر میں کرنی پڑے گی۔ اگر وہاں بھی نہ ہوئی  
 تو خطرہ ہے کہ دوزخ میں کرنی پڑے گی۔ اصلاح  
 دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔ اصلاح حال      ۲۔ اصلاح قال

اکثریت دونوں سے محروم ہے۔ نہ ان کی  
 اصلاح حال ہوئی ہے اور نہ اصلاح قال۔ ان  
 کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ اس میں دیہاتی  
 اور شہری ان پرٹھ شامل ہیں۔ اگر کوئی تعلیم یافتہ  
 شہری دیہات میں چلا جائے تو اس کی طبیعت  
 مکدر ہو جائے گی۔ اکثر دیہاتیوں کا ”نکھ کلام  
 ہی گالی ہوتا ہے۔ وہ پہلے گالی دیتے ہیں اور  
 پھر بات کرتے ہیں۔ ان کی اصلاح قال بھی نہیں



ہوتی۔ میرا بڑا لڑکا مولوی حافظ حبیب اللہ آج کل  
مدینہ منورہ میں ہے۔ وہ سات ماہ مدینہ منورہ اور  
تقریباً پانچ ماہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے۔ وہ ابھی  
دیوبند میں پڑھ رہا تھا اور ۱۲ سال کا ہی تھا کہ  
اس کے لیے بعض رشتے آنے لگے۔ دیہات  
سے بھی آئے۔ اس نے اس لیے انکار کر دیا  
کہ دیہاتی لڑکیوں کو بات کرنے کی بھی تہنہ نہیں  
ہوتی۔ اکثر دیہاتی وہ مغلف گالیاں بکتے ہیں کہ خدا  
کی پناہ۔ ماں بہن کی گالیاں بلا تکلف دیتے ہیں۔  
اب تعلیم یافتہ کی طرف آئیے۔ ان کی دو  
قسمیں ہیں :-

۱۔ طرز قدیم کے تعلیم یافتہ۔ یہ ہمارے مدارس  
عربیہ کے علمائے کرام ہیں۔

۲۔ طرز جدید کے تعلیم یافتہ : یہ بی اے اور  
ایم اے ہیں۔ (یہ دونوں تعلیم یافتہ طبقہ ہے)

ان دونوں کی اصلاح قال تو کچھ ہو جاتی ہے۔  
مگر اصلاح حال ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اگر ان سے



کوئی ملنے آئے تو بڑے مہذب انداز سے باتیں  
 کریں گے۔ مزاج شریف۔ تشریف لائے آپ  
 کیا نوش فرمائیں گے۔ بوتل یا پیاسے۔ یہ اصلاح  
 قال ہے۔ لیکن اصلاح حال میں یہ بھی کورے  
 وہ بھی کورے۔ عوام کا وہ درجہ ہے اور خواہ  
 کا یہ درجہ ہے۔ قال اور چیز ہے اور حال اور  
 چیز ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے :  
 آدمیت اور شے ہے، آدمی ہے اور شے

لاکھ طوطے کو پرٹھایا پھر بھی جواں ہی رہا  
 اس کے بعد اب میں اصلاح حال کے  
 درجے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے تین  
 درجے ہیں :

۱۔ ادنیٰ ۲۔ متوسط ۳۔ اعلیٰ

ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ  
 کو لعباوت اور مخلوق خدا کو بخدمت راضی کرنے  
 کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا  
 آسان ہے۔



حضور کا ارشاد ہے :-

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا  
كَمَنْ لَا ذَنْبَ ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی  
لَمْ نہیں۔

ایک دفعہ صدیقِ دل سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ  
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَ التَّوْبُ إِلَيْهِ  
کہا اور سب گناہ معاف ہو گئے۔ زبان سے  
بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ندامت اور  
پشیمانی ہی کافی ہے۔ اس لئے حضور فرماتے ہیں۔  
الْندامة تَوْبَةٌ ندامت توبہ ہے۔

توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرطیں ہیں :  
۱۔ گناہ کرنے کے بعد دل میں ندامت پیدا  
ہو جائے۔

۲۔ آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزمِ مصمم کرے

۳۔ اس گناہ سے فوراً دست بردار ہو جائے۔

یہ تین شرطیں ہوں تو زبان سے بھی توبہ کا  
لفظ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے سے



بڑا گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن مخلوق خدا  
 کو راضی کرنا بہت مشکل ہے۔ میں کہا کرتا  
 ہوں کہ اگر ہم برادری کو اپنی ران کے کباب  
 بھی بنا کر کھلائیں گے تو بھی راضی نہ ہوں گے  
 کوئی کہے گا۔ ناک زیادہ تھا۔ کوئی مرجوں کی  
 شکایت کرے گا۔ ان سے پوچھ کر اگر اللہ  
 تعالیٰ جنت میں بھجواتے۔ تو کسی کو نہ جانے  
 دیتے۔ یہ تو چیتے ہی رہیں گے کہ اے اللہ!  
 تو نے فلاں شخص کو کیوں جنت میں بھجوا دیا۔  
 اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ مجھے پتہ ہے۔ یہ بے قصور  
 ہے۔ برادری کو راضی کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے  
 کہ ان سے اپنا حق مانگیے نہ اور ان کا حق رکھیں  
 نہ۔ اس طرح کرنے سے انشاء اللہ نجات ہو  
 جائے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔

ليس الواصل بالملكاني ولكن الذي اذا قطعت  
 رحمه وصلها۔ اس ارشاد نبوی کے ماتحت یہ  
 صلہ رحمی نہیں کہ جو ہمیں بلائے گا ہم اس کو



بلائیں گے۔ برادری کو راضی کرنا اتنا ہی مشکل  
 ہے۔ جتنا کہ ایک بگڑے ہوئے بچہ کو راضی  
 کرنا مشکل ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ کہ  
 ایک بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم کو حکم دے  
 رکھا تھا کہ وہ دربار میں بادشاہ کے آنے  
 سے پہلے موجود ہوا کرے۔ ایک دن وزیر اعظم  
 دیر سے آئے۔ بادشاہ نے وجہ پوچھی۔ تو  
 وزیر اعظم نے عرض کی کہ بچہ کو پہلانے میں  
 دیر ہو گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل  
 کام ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اچھا! میں  
 بچہ بنتا ہوں۔ آپ مجھے راضی کر کے دکھلائیں  
 وزیر اعظم بچہ بن کر رونے لگا۔ بادشاہ نے  
 پوچھا کہ کیا چاہیئے تو اس نے کہا۔ لوٹا چاہیئے  
 لوٹا آ گیا لیکن رونا جاری رہا۔ دوبارہ پوچھا تو  
 ہاتھی مانگا۔ ہاتھی بھی آ گیا۔ لیکن رونا پھر بھی  
 بند نہ ہوا۔ جب پھر پوچھا گیا کہ اب کیا  
 چاہیئے تو کہنے لگا کہ ہاتھی کو لوٹے کے اندر



دال دو۔ بادشاہ ہار گیا اور وزیر اعظم جیت گیا  
 بچے کو راضی کرنا کتنا مشکل ہے۔ اچہ جائیکہ بڑے  
 کو۔ وہ تو اور بھی مشکل ہے۔ پیغمبر سے بڑھ  
 کر نیک کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک لاکھ چوبیس  
 ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے ایک بھی ایسا  
 نہیں کہ جس کو اس کی برادری نے نہ ستایا  
 ہو۔ سید الانبیاء کو ستاتے ہیں۔ کوئی شاعر،  
 کوئی جادوگر، کوئی پاگل کہتا ہے۔

یہ ادنیٰ درجہ ہے کہ خالق کو عبادت اور  
 مخلوق کو بخدمت راضی کیا جائے۔ اگر اللہ اللہ  
 کرنے والی جماعت میں شامل ہونے کے بعد  
 یہ بھی نہ ہوا تو سمجھئے کہ فیل ہیں گویا میٹرک تو  
 درکنار۔ مڈل اور پرائمری بھی پاس نہ کر سکے۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا حَاكَ  
 فِي النَّفْسِ ط گناہ وہ ہے جو نفس کو  
 چھئے۔

بلا ہادی کے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ یہ



گناہ ہے۔ یہ تو حضور کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ  
کا بھی فرمان ملاحظہ ہو۔

فَاتَّبِعْهَا خُجُورَهَا  
وَتَقْوَاهَا دُسْرَةَ اَشْيَئِهَا سَمَّحَاتِی۔

انگریز نے پنجاب میں سانسفی قوم کو جراثیم  
پیشہ قرار دیا تھا۔ ان کے ہاں نہ کوئی نبی  
آیا اور نہ کوئی آسمانی کتاب۔ لیکن وہ بھی  
جب چوری کرنے کے لیے جاتے تھے۔ تو  
رات کو جاتے تھے۔ چوری کو برا سمجھتے تھے  
تو رات کو کرتے تھے۔

ہم دس ہزار مرتبہ اللہ ہو بھی کریں۔ نماز  
با جماعت پڑھیں۔ حج ہر سال کریں۔ زکوٰۃ  
پائی پائی گن کر دیں۔ لیکن اگر رشتہ داروں سے  
سلوک اچھا نہیں تو ان سب نیکیوں کا فائدہ  
بعد میں ہوگا۔ پہلے قطع رحمی کے جرم میں  
جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جس طالب علم نے  
نہ پڑائی پاس کی ہو۔ نہ مڈل۔ وہ اگر امیر ملک



کے سوال نکالنے بیٹھ جائے تو ہر شخص اس کی  
حفاظت پر ہنسنے لگے گا۔ اسی طرح یہاں بھی  
ہے۔ اگر اصلاح حال ادنیٰ درجہ کی بھی نہیں ہوتی  
تو پھر سب کچھ بے کار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پُل صراط میں ایسے  
کنڈے ہیں جو رشتہ داروں سے صلہ رہی نہ کرنے  
والوں کو پھینچ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔ سب  
کچھ کر لیجئے۔ سب کچھ سیکھ لیجئے۔ اگر رشتہ داروں  
سے سلوک اچھا نہیں تو ایک دفعہ تو جہنم میں  
جانا ہی پڑے گا۔ سمجھانا میرا فرض ہے۔ عمل  
میں لانا آپ کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور  
آپ کو پہلا درجہ اصلاح حال کا نصیب فرمائے  
آمین یا اللہ العالمین و

درمیانہ درجہ یہ ہے کہ کامل کو دیکھ کر ہی  
خدا یاد آئے۔ اگر اپنی آنکھوں میں بینائی ہے۔  
اور سورج کا خارجی نور تابید کرے تو سب کچھ  
نظر آتا ہے۔ لیکن اندھے کے لیے سورج کا



ہوتا یا نہ ہوتا برابر ہے کیوں کہ اس کی اپنی  
آنکھوں میں بینائی نہیں۔ یہ درجہ بھی ہر شخص  
کو نصیب نہیں ہوتا۔ لوہا آگ میں ڈالا جائے  
تو کچھ دیر بعد وہ آگ ہی ہو جاتا ہے۔ پھر  
اس کی گرمی کو ہر جان دار محسوس کرتا ہے۔ اسی  
طرح اپنا نورِ فطرۃ سلامت ہو تو کامل کو دیکھ کر  
خدا یاد آئے گا۔

خَيْرُ عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ إِذَا  
رُؤُوا ذُكِرَ اللَّهُ  
اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے وہ  
ہیں جب ان کو دیکھا جائے  
تو خدا یاد آئے۔ (الحديث)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ بھی نصیب  
فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔ یہ درجہ بھی ہر  
شخص کو نصیب نہیں۔ تاثیر اور تاثر دو لفظ ہیں  
تاثیر کے معنی ہیں اثر کرنا اور تاثر کے معنی ہیں  
اثر لینا۔ اپنے اندر دوسروں کو متاثر کرنے کی  
طاقت نہیں نہ سہی۔ اگر کامل کو دیکھ کر اس سے  
اثر لیتا ہے تو یہ بھی ایک درجہ ہے اصلاحِ حال



کا۔ جیسے بجلی کی کرنٹ جب آتی ہے اگر بلب  
ٹھیک ہو تو وہ فوراً اس کو اخذ کر لیتا ہے۔ اگر  
یہ درجہ بھی نصیب نہیں تو سمجھئے کہ ابھی نیچے درجہ  
میں ہی ہیں۔

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ باطن میں ایسا جلا پیدا  
ہو جائے کہ دیکھنے والے اس سے متاثر ہوں۔  
اس کی صحبت میں ان کے اندر نورِ باطن ہو  
میں کہا کرتا ہوں کہ اگر دس ہزار طالبِ بیٹھے  
ہوں۔ بشرطیکہ کچھ تربیت یافتہ بھی ہوں۔ اور  
ان کے درمیان کامل تشریف فرما ہو۔ اگر کامل  
ایک وقعہ اللہ ہو کہے گا تو سب کے دلوں پر  
اس کا اثر ہوگا۔ یہ اونچا درجہ ہے۔ اللہ ہو  
کے پاک نام کی برکت سے یہ چیز پیدا ہو  
جاتی ہے۔

تیسرے درجے کے بعد پھر غیر متناہی درجے  
ہیں۔ ان کی تفصیل میں میں جانا نہیں چاہتا۔  
کیوں کہ یہ وجدانی چیزیں ہیں۔ اسی لیے میں



کہا کرتا ہوں ۔

فَوْقَ كُلِّ وَلِيٍّ وَلِيٌّ  
فَوْقَ كُلِّ وَلِيٍّ وَلِيٌّ  
لَا يَهَابُ بِمَا مَلَكَ رِجْمَ  
الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ  
ہر ولی کے اوپر ایک ولی ہے  
ہر ولی کے اوپر ایک ولی ہے  
اولیاء کرام کے مدارج کی کوئی  
انتہا نہیں ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں درجوں  
کی اصلاح نصیب فرمائے ۔ آمین یا اللہ العالمین

۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء

ہادی کے آنے کے بعد انسانوں کی

تین قسمیں ہو جاتی ہیں

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ خصوصی  
اجتماع ان احباب کے لیے ہوتا ہے ۔ جن  
کی خبر گیری اور تربیت اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار  
کے ذمہ ڈال دی ہے ۔ اس اجتماع کا مقصد



یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور آپ سے راضی  
 ہو جائے۔ اور ہم امراض روحانی سے شفا یاب  
 ہو کر دنیا سے جائیں۔ اگر یہاں امراض روحانی  
 سے شفا نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان  
 امراض کے علاج کے لیے ایک ہی ہسپتال ہے  
 اس کا نام دوزخ ہے۔ لاہور کے میو ہسپتال کی طرح  
 اس میں مختلف وارڈ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ  
 کو دنیا سے ان امراض سے شفا یاب ہو کر  
 جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض  
 بندوں کو اس کا شوق ہوتا ہے۔ کہ ان کو ان  
 امراض سے شفا نصیب ہو جائے۔ ہر ایک کو  
 یہ شوق نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ  
 شوق نصیب فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین ط  
 مسلمانوں کی اکثریت بلکہ ۹۹ فیصدی مسلمان  
 امراض روحانی میں مبتلا ہیں۔ ایک فیصدی بمشکل  
 شفا یاب ہوگی۔ عام طور پر پاکیزگی کے لیے  
 دو لفظ استعمال کیے جاتے ہیں :



۱۔ طہارت ۲۔ تزکیہ

طہارت ظاہر کی پاکیزگی کو کہتے ہیں اور تزکیہ باطن کی پاکیزگی کا نام ہے۔ امراض روحانی کی سمجھ بھی ہر ایک کو نہیں ہوتی۔ عوام کو تو جانے دیجئے۔ تعلیم یافتہ کی اکثریت کو بھی ان کا پتہ نہیں۔ تعلیم دو اقسام کی ہے۔

۱۔ تعلیم قدیم : یہ مدارس عربیہ میں دی جاتی ہے اس کے فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں۔

۲۔ تعلیم جدید : یہ سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے۔ اس کے فارغ التحصیل بی۔ اے اور ایم اے ہیں۔

بی اے اور ایم اے تو امراض روحانی سے روشناس بھی نہیں ہوتے۔ ان کو تو ان کی سمجھ ہی نہیں۔ علمائے کرام امراض روحانی سے تعلیم حاصل کرنے کے وقت اس طرح عبور کر جاتے ہیں کہ جیسے مسافر لاہور سے خیبرمیل میں سوار ہو کر راتوں رات دریائے راوی، چناب اور جہلم



عبور کر جاتے ہیں اور صبح راولپنڈی میں پہنچ جاتے  
 ہیں۔ پتہ ہی نہیں لگتا کہ کب دریا آیا۔ تعلیم جدید  
 میں پرائمری سے ایچ ایم۔ اے تک امرائیں روحانی  
 کا نام بھی نہیں آتا۔ مدارس عربیہ میں کان شناس  
 ہو جاتے ہیں مگر دل آشنا نہیں ہوتا۔ میں دونوں  
 کو جانتا ہوں۔ ۴۰ سال سے لاہور میں اور اس  
 سے قبل دہلی میں میرا دونوں سے تعلق رہا ہے  
 انگریز مجھے دہلی سے لاہور حضرت مولانا عبید اللہ  
 سندھی کے متعلقہ مقدمہ سازش میں ہتھکڑی لگا کر  
 لایا تھا۔ اس کا شاید خیال ہو گا۔ کہ یہ لاہور کی  
 گلیوں میں بے کار پھر کر مر جاتے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ  
 نے مجھے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کی  
 اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ بالخصوص قریباً ہر  
 سال دورہ تفسیر کی توفیق عطا فرمائی۔ جو علماء  
 کرام کے لیے مخصوص ہے۔ والحمد للہ  
 علی ذلک ط انگریز سمجھتا تھا کہ اگر اسلام زندہ ہو  
 گیا تو میری موت ہے۔ وہ چاہتا تھا مسلمانوں



کی تہذیب میری تہذیب ہو۔ وہ بظاہر کالے ہوں  
مگر اندر میں میرے ہم نوا ہوں۔

مجھ سے اللہ تعالیٰ طلبائے علوم دینیہ کی  
بھی ۴۴ سال سے خدمت لے رہا ہے۔ ان  
میں بھی روپے کا لالچ بی اے اور ایم اے  
کی طرح ہوتا ہے۔ حالانکہ مندرجہ ذیل آیات پر  
ان کا بارہا عبور ہوتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ  
يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا  
وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ  
لَا يَحْتَسِبُ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ  
اس کے لیے نجات کی صوت  
نکال دیتا ہے اور اسے رزق  
دیتا ہے جہاں سے اسے

(سورة الطلاق اع پ ۲۸)  
وَمَنْ يَتَّوَكَّلْ عَلَى  
اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

گمان بھی نہ ہو۔  
اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے  
سو وہی اس کو کافی ہے۔

(سورة الطلاق اع پ ۲۸)

ایک دفعہ مزنگ کے ایک دوست نے مجھ  
سے ایک عالم کے لیے کہا۔ میں نے علماء کلاں



کے ایک فارغ التحصیل مولوی صاحب کو بھیجا۔ یہ  
 ہمارے ایم اے ہیں۔ تنخواہ مقرر ہو چکی تھی۔  
 دو وقت کے کھانے کا انتظام ہو چکا تھا مولوی  
 صاحب کی لاہور سے باہر ضرورت تھی۔ وہ ان  
 کو وہاں چھوڑ کر واپس آنے لگے تو اپنی جیب  
 سے مبلغ پانچ روپے ناشتہ کے لیے دے کر  
 مسجد سے باہر نکل آئے تو مولوی صاحب دوڑتے  
 ہوئے آئے کہ جب یہ ختم ہو جائیں تو پھر کہاں  
 سے لوں۔ حالانکہ سب کچھ اچھا پڑھ کر آئے ہیں۔  
 جو اللہ کے نام پر کام کرتے ہیں۔ وہ ان کی  
 غیبی امداد فرماتے ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا  
 کہ کب آئے گا۔ کہاں سے آئے گا۔ کس کے  
 ذریعہ آئے گا۔ رات کو آئے گا یا دن کو۔ کوئی  
 مصافحہ کر کے ہاتھ میں دے جائے گا۔ یا لفافہ  
 میں بند کر کے ہاتھ میں دے دے گا۔ ان کو  
 وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کہاں سے  
 بھیجیں گے۔



دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ بادشمنان نظر داری

اللہ تعالیٰ اگر اپنے دشمن (کافروں) کو بھوکا نہیں

رہنے دیتا تو وہ اپنے دین کا کام کرنے والوں کو

کب محروم کر سکتا ہے۔ علمائے کرام بھی انگریزی

دانوں کی طرح علم کی قیمت مانگتے ہیں۔ دونوں کی

حرص پوری نہیں ہوتی۔ دونوں اور اور کی رٹ لگاتے

ہیں۔ انگریز جانتا تھا کہ قرآن میں کیا ہے۔ وہ

اگر اسلام کو زندہ کرتا تو اس کا کہاں ٹھکانا تھا۔ یہ

مجلس تزکیۃ باطن کے لیے ہوتی ہے۔ اس دنیا

میں امراض روحانی کے علاج کے لئے مساجد ہیں

قرآن نسخہ جات روحانی کا مجموعہ ہے۔ اور ہادی معالج

روحانی ہوتے ہیں۔ یہ صوفیائے عظام ہیں۔ جن کو

اللہ تعالیٰ امراض روحانی کے سمجھنے کی توفیق عطا

فرما دیتے ہیں۔ تربیت کے بغیر علمائے کرام میں

بھی حسد، کبر اور عجب الا ماشاء اللہ اسی طرح ہوتا

ہے۔ جس طرح بنی اے اور ایلم اے میں ہوتا



ہے۔ وہ بھی دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے  
ہیں۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے :

خاکسارانِ جہاں را بختارت منکر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اللہ والے ایسے ہوتے

ہیں کہ لاہوری ان کے منہ پر تھوکتا بھی گوارا نہ

کریں۔ مگر ان کے جوتوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی

آسمی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جتنی دنیا دار کی ٹوپی

اور ہیٹ پر نہیں ہوتی۔ اس قسم کے اللہ والے

پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والے نہیں ہوتے

لاہور میں پانچ ہزار کے قریب بد معاشی کے اوٹے

ہیں اور یہ محتاط رپورٹ ہے۔ یہ غضب الہی کو

دعوت دینے والے کام ہیں۔ اگر اس قسم کے

اللہ کے بندے نہ ہوتے تو لاہور کو ٹیڑھے پہلے

غرق ہو جاتا۔ اولیاء کرام کی بے شمار قسمیں ہوتی

ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اللہ کی رحمت

کو کشش کرنے والوں کی ہے۔ امراض روحانی



جسمانی بیماریوں کی طرح بے شمار ہیں۔ ان میں حسد  
 کبر، عجب چند موٹے موٹے امراض روحانی ہیں  
 حسد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو  
 فلاں نعمت کیوں دی اس سے جھین جائے اور  
 مجھے مل جائے۔ کبر کے متعلق حضورؐ کا اپنا ارشاد  
 ہے۔ بطر الحق و غمتا الناس (حق کا انکار کرنا اور  
 دوسرے لوگوں کو ذلیل جانتا) عجب یہ ہے کہ کام تو  
 اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو جائے۔ اور انسان  
 اسے اپنی قابلیت اور محنت کا نتیجہ سمجھے۔ خدا  
 پرستوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ ہر کام میں کامیابی  
 کو اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ اپنی محنت اور قابلیت  
 کا نتیجہ نہیں خیال کرتے ہیں۔ ہر کام میں بیسیوں  
 واسطے ہوتے ہیں۔ مگر خدا پرست سب کو نظر انداز کر جیتے ہیں مثلاً کسی  
 کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ بن گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا  
 بری ہو گیا۔ اگر دین دار ہے تو یہی کہے گا کہ اے اللہ! کیس تو  
 بڑا سخت بنا تھا مگر تیرے فضل سے بری ہو گیا۔ اس کے مقابلہ  
 میں ایک دنیا دار یہ کہے گا کہ کیس تو بڑا سخت تھا۔ مگر ہم نے



لائل پور اور لاہور ایک کر دیا۔ صبح لائپور تو شام  
کو لاہور گزارتے تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل کئے  
پیسہ پانی کی طرح بہایا۔ تب جا کر لڑکا بری ہوا  
خدا کا کہیں نام نہیں آئے گا۔ حالاں کہ روپیہ  
صحت۔ دماغ میں عقل سب کچھ اسی کا دیا ہوا  
ہے۔ اگر غریب ہوتے تو کہاں سے خرچ کرتے  
اگر بیمار ہوتے تو کیا کر سکتے۔ ہادی مطلع نہ کرے  
تو امراض روحانی کا علم بھی نہیں ہوتا۔

سنت آدم کے دو صاحب زادے تھے۔ قابیل اور  
ہابیل۔ قابیل حاسد اور ہابیل محسود ہے۔ دونوں  
نے اللہ کے حکم سے قربانی کی۔ ہابیل کی قبول  
ہو گئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس پر قابیل  
کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ وہ ہابیل سے کہتا  
ہے کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ قرآن مجید میں اس  
کا ذکر یوں فرماتے ہیں :

وَاقْتُلْ عَلَيْهِمُ نَبَاً  
ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ  
آپ اہل کتاب کو آدم کے دو  
بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر



اِذْ قَرَّبَا قُرْبًا فَتَرَآ أَنَا  
 فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا  
 وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ  
 الْآخَرِ ۚ وَتَالِ  
 لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا  
 يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ  
 الْمُتَّقِينَ لَئِنْ لَمْ يَنْسُطْ  
 إِلَى يَدِكَ لَتَفْتُلَنِي  
 مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِي  
 إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي  
 أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ  
 الْعَالَمِينَ إِنِّي أُرِيدُ  
 أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَ  
 إِثْمَكَ فَتَكُونَ مِنْ  
 أَصْحَابِ النَّارِ ۖ وَ  
 ذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ

سورۃ المائدہ ۵۴ پ ۶۱

سنا دیں۔ جب ان دونوں نے  
 قربانی کی۔ ان میں سے ایک  
 کی قربانی قبول ہو گئی۔ اور  
 دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس نے  
 کہا کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔  
 اس نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ  
 پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا  
 ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے  
 کے لیے ہاتھ بڑھاوے گا۔ تو  
 میں تجھے قتل کرنے کے لیے  
 ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ  
 رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔  
 میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا  
 گناہ تو ہی سمیٹ لے۔ اور  
 دوزخی بن جائے۔ اور ظالموں  
 کی یہی سزا ہے۔



قابیل مرضِ حسد کا مریض تھا۔ قبول کرنے یا نہ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور قتل بھائی کو کرتا ہے۔

قارون مرضِ عجب کا مریض ہے۔ اللہ ولے اس کو سمجھاتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لَمَّا قَوْمُهُ  
لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا  
يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَابْتَغِ  
فِيْمَا اٰتَاكَ اللّٰهُ الدّٰرَ  
الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ  
لِصِّبْيِكَ مِنَ الدُّنْيَا  
وَ اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ  
اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ  
الْفُسَادَ فِى الْاَرْضِ  
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ  
الْمُفْسِدِيْنَ ه

جب اس (قارون) سے اس کی قوم نے کہا اترا مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول اور بھلائی کر۔ جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔



اس سارے وعظ کا وہ جواب دیتا ہے :

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُمْ كَمَا - یہ تو مجھے ایک ہنر سے

عَلَىٰ عِلْمِهِ عِنْدِي - ملا ہے - جو میرے پاس ہے -

قارون فرعون کا ٹھیکیدار تھا - اس نے حلال

حرام سب اکٹھا کر رکھا تھا - جب اس کے خلاف

اللہ کا غضب بھڑکا تو اس کو اور اس کی ساری

دولت کو زمین میں دھنسا دیا - تاکہ یہ نجیث مال

کسی کے پیٹ میں ہی جانے نہ پائے - اس

کے متعلق اسی رکوع میں آگے چل کر فرماتے ہیں

فَخَسَفْنَا بِهَا وَبَنَارِهِ - پھر ہم نے اسے اور اس کے

الْأَرْضِ ط (الآیۃ) گھر کو زمین میں دھنسا دیا -

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی

سے پاک کر کے دنیا سے اٹھائے - آمین

یا اللہ العالمین ط

قرآن اسلام کا منبع ہے - احادیث اس کی

شرح ہیں - حضورؐ نے دونوں کے متعلق ارشاد

فرمایا ہے :-



تَوَكَّلْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ  
 لَوْ تَضَلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ  
 بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ  
 وَ سُلَّةُ رَسُولِهِ -

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا  
 رہا ہوں - جب تک ان دونوں  
 کو مضبوط پکڑے رکھو گے ہرگز  
 گمراہ نہ ہو گے (یہ دو چیزیں ہیں)

اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) اور حضورؐ کی سنت (حدیث)  
 یہ تمہید ہی تھی - عرض مجھے کچھ اور کرنا ہے  
 تمہید ہی میں زیادہ وقت لگ گیا - انسان کو  
 اصلاح باطن کی ضرورت ہے - ہادی اصلاح باطن  
 کرتا ہے - مگر ہر شخص اپنی خدا داد استعداد کے  
 مطابق فائدہ حاصل کرتا ہے - جیسے مالی محنت  
 کرتا ہے - اگر زمین قابل کاشت ہو تو کہیں  
 چنبیلی، کہیں گلاب اور کہیں موتیا نظر آتا ہے  
 حضورؐ کا ارشاد ہے :

كُلُّ مَوَدٍّ كَوَّلَكَ عَلَى  
 الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ  
 يَهُودَايْنَهُ أَوْ يَنْصَرَانِي  
 أَوْ يَمَجْسَانِي

ہر بچہ فطرۃ (سلیم) پر پیدا کیا  
 جاتا ہے پھر ماں باپ اس کو  
 یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا  
 دیتے ہیں -



فطرۃ سلیم سے مراد ہے قبولیت حق کی  
استعداد۔ بعض انسان یہاں آ کر مسخ ہو جاتے  
ہیں۔ ان کا ذکر سورۃ البقرہ کے پہلے رکوع  
میں آتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا  
سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ  
أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا  
يُؤْمِنُونَ ه خَتَمَ اللَّهُ  
عَلَى قُلُوبِهِمْ وَ عَلَى  
سَمْعِهِمْ وَ عَلَى أَبْصَارِهِمْ  
غَشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
عَظِيمٌ ۝

بے شک جو لوگ انکار کر چکے  
ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے  
یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں  
لائیں گے۔ اللہ نے ان کے  
دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی  
ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ  
ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب  
ہے۔

یہ ماں کے پیٹ سے تو فطرۃ سلیم لے کر  
آئے ہیں۔ مگر یہاں آ کر نور فطرۃ کھو بیٹھے جیسے  
بعض بچے ماں کے پیٹ سے تو بیٹا پیدا  
ہوتے ہیں مگر بعد میں چیچک کے دانے آنکھوں  
میں نکل آتے۔ اور اندھے ہو گئے۔ دوسری جگہ



ان کا ذکر یوں فرماتے ہیں

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ ۖ  
سَيِّئَةً وَآخَاطَتْ  
بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ  
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ  
فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور  
اسے اس کے گناہ نے گھیر  
لیا سو وہی دوزخی ہیں - وہ  
اس میں ہمیشہ رہیں گے -

اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں - کہ انسان  
جب نیک کام کرتا ہے تو اس کے دل پر  
ایک سفید لقطہ پڑ جاتا ہے اور جب گناہ کرتا  
ہے تو ایک سیاہ لقطہ پڑ جاتا ہے - اگر توبہ  
کے پانی سے اس کو دھو ڈالو تو صفات ہو گیا -  
اسی لیے حضورؐ فرماتے ہیں - التائب من الذنب  
کمن لا ذنب لہ - اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی  
تو آہستہ آہستہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے - اس  
کی مثال یوں سمجھئے کہ لوہا زمین میں دفن کر دیا  
جائے تو آہستہ آہستہ سارا رنگ آلود ہو جاتا ہے  
پھر وہ لوہا نہیں رہتا - بلکہ مٹی ہو جاتا ہے اس



قسم کے مسموح الفطرة لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی اپنے  
 دروازے سے ہٹا دیتے ہیں۔ ان کے دلوں  
 کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ نقیصہ پر  
 مہر لگا دی جائے تو اندر کی چیز باہر نہیں آ  
 سکتی۔ اور باہر کی اندر نہیں جا سکتی۔ اس کے بعد  
 وہ نہ حق کی آواز سن سکتے ہیں۔ نہ حق کی بات  
 سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ایک قسم ہے انسانوں کی مسخ  
 ہو جانے کے بعد ہادی بھی ان کو راہِ راست پر  
 نہیں لا سکتا۔

دوسری قسم کے انسانوں کا ذکر اس آیت  
 میں فرماتے ہیں۔

اے رب ہمارے ہم نے ایک	رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا
پکارنے والے سے سنا جو ایمان	يُنَادِي لِلْاِيْمَانِ اَنْ
لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب	اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا
پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے	رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
آئے اے رب ہمارے اب	وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا
ہمارے گناہ بخش دے اور ہم	وَتُوفِّئْنَا مَعَ الْاَبْرَارِ



درکوع نما پارہ ما سورۃ النساء سے ہماری برائیاں دور کر دے۔  
اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

یہ فطرۃ سلیمہ والے ہیں۔ یہ اب ایمان لائے  
ہیں۔ پہلے تو گناہوں میں مبتلا تھے۔ اس لیے  
ایمان لانے کے بعد گناہوں کی معافی کی بھی  
درخواست کر رہے ہیں۔ زندگی میں ان کی یہ  
حالت ہے مرنے کے متعلق ان کی خواہش ہے  
کہ ان کی موت نیکوں کے ساتھ آئے۔ پہلی  
قسم بالکل بگڑے ہوئے انسانوں کی تھی۔ دوسری  
قسم کے انسان بالکل ٹھیک ہیں۔ تیسری قسم  
بین بین ہے وہ نہ بالکل بگڑے ہوئے اور نہ  
بالکل ٹھیک ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے قرآن کی  
صحبت میں آ گئے تو وہ دوسری قسم میں شامل  
ہو جاتے ہیں میں درس میں کہا کرتا ہوں۔ کہ  
قرآن میں انقلابی طاقت ہے۔ اصل ہادی تو  
قرآن ہی ہے۔ پہلے کفر کی رسموں پر اڑتے او  
لڑتے تھے۔ آہستہ آہستہ قرآن نے کایا پلٹ



دی۔ اب خلافِ شرع رسمیں کرنے والوں سے  
لڑتے ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و  
کرم سے لاہور میں آ کر میں نے جتنے انسانوں  
کا شکار کھیلا ہے اور کسی نے نہیں کھیلا۔ پہلے  
یا ٹھیکہ بدعتی تھے یا مسجد چیتیاں والی میں  
اہل حدیث تھے۔ اکثریت بدعتیوں کی تھی۔  
اہل حدیث اقلیت میں تھے۔ جمعۃ الوداع میں جتنا  
مجمع ہوتا ہے۔ یہ سب بدعتیوں سے نکل کر آئے  
ہوئے ہیں۔ میں کھری کھری باتیں کہتا ہوں۔  
عام مسلمان تو سمجھ جاتے ہیں کہ بات ٹھیک  
کہتا ہے۔ ائمہ مساجد کہتے ہیں کہ ختم درود کا  
مخالف ہے۔ میں ختم درود کا قائل ہوں۔ بشرطیکہ  
مال حلال کا ہو۔ نیت میں اخلاص ہو اور مستحقین  
کو کھلایا جائے۔ میں حرام کے ختم کا مخالف ہوں  
اکثر ختم حرام کے مال سے ہوتے ہیں۔  
إِنَّ الْزَّانِينَ يَأْكُلُونَ بَرِّ لَوْگ یتیموں کا مال



اَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا      ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ  
 اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ      آگ سے جھرتے ہیں۔ اور  
 لَبَطُوْنِهِمْ فَاَرَا ط و      عنقریب آگ میں داخل  
 سَيَصْلُوْنَ سَعِيْرًا ه      ہوں گے۔ (سورۃ النساء ۱۰)  
 ہادی جب آتا ہے تو لوگ تین قسم کے ہو  
 جاتے ہیں :-

۱۔ بگڑے ہوئے      ۲۔ سلیم اللفطرت

۳۔ بین بین۔

تیسری قسم کے لوگوں کو قرآن کی برکت سے  
 ہدایت ہو جاتی ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب لغاری  
 میرے دوست ہیں۔ آج کل وہ سانگھڑ میں رہتے  
 ہیں۔ اب تو وہ بہت بوڑھے ہیں۔ کچھ دن ہوئے  
 وہ یہاں بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے  
 مجھے ایک واقعہ سنایا کہ عرصہ ہوا۔ ایک عمر رسیدہ  
 شخص ان کے پاس پڑھنے کے لیے آیا۔ انہوں  
 نے جب اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس  
 نے بتلایا کہ ایک دفعہ وہ سر پر کلام اللہ اٹھائے



جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک جنگل میں اس کو ایک  
 گڈریا ملا۔ جس نے اس سے پوچھا۔ کہ تمہارے  
 سر پر کیا ہے۔ جب اس نے بتلایا کہ کلام اللہ  
 ہے تو اس نے کہا کہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ اس  
 شخص نے جواب دیا کہ جب پانی ملے گا۔ تو  
 وضو کر کے سنا سکتا ہوں۔ گڈریا نے اپنے مویشی  
 وہیں چھوڑ دئے اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب پانی  
 ملا تو اس نے وضو کر کے اس کو قرآن مجید سنایا۔  
 گڈریا نے پھر اس سے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ۔ کہ  
 اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسی طرح  
 کر کے اس کو راضی کریں۔ اس نے کہا۔ یہ تو  
 مجھے بھی پتہ نہیں۔ گڈریا کی بات اس کے دل میں  
 گھر کر گئی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے  
 پر نہیں طاقت پر دواز مگر رکھتی ہے  
 اس کے بعد اس شخص نے پڑھنا شروع کیا  
 پچھلے سال جب میں سندھ گیا تو میں نے یہ واقعہ



ایک جلسہ میں اپنی تقریر میں بیان کیا - تو ایک  
 شخص کہنے لگا - کہ وہ میرا چچا تھا - گڈریا اور  
 عمر سیدہ طالب علم دونوں فطرۃ سلیمہ والے تھے -  
 خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو قرآن کی صحبت  
 میں آ گئے اور اس کی برکت سے ہدایت ہو گئی  
 دین اور دنیا دونوں سنور گئے - میں کہا کرتا ہوں  
 کہ ہدایت کی منڈیاں ہیں مساجد - وکان دار ہے  
 عالم ربانی - وکان ہے اس کا سیلہ - گاہک ہے  
 مسلمان - مال ہے قال اللہ و قال الرسول - پونجی  
 ہے ایمان - نیت خالص سے ایمان کی پونجی  
 لے کر جو درس میں آتا ہے - اللہ تعالیٰ کے فضل  
 سے اس کو ہدایت ہو جاتی ہے - درس قرآن میں  
 سدا ہی آنے کی ضرورت ہے - اس لیے کہ ع  
 خبت نفس نکر و بسا لہا معلوم  
 دل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے مدت مدید  
 ہادی کی صحبت درکار ہے -  
 میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری چالیس



سال تک زندہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندہ رہتے  
تو مجھے تو کبھی یہ خیال نہ آتا۔ کہ اب ان کی  
صحبت کی ضرورت نہیں۔

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید  
یا جاں رسد بجائناں یا جاں ز تن بر آید  
ہادی کو مسخ شدہ کی اطلاع نہیں دی جاتی یہی  
وجہ ہے کہ انبیاء سب کو یکساں دعوت دیتے  
رہتے ہیں۔ وہ تین صورتوں کے سوا کبھی دست بردار  
نہیں ہوتے۔

۱۔ امت کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

۲۔ امت تباہ ہو جائے۔

۳۔ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں بلا لے۔

شیطان درس میں سے بھی شکار کر کے لے

جاتا ہے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ

بہت قرآن سنا اب اس کی ضرورت نہیں۔ وہ

بے ایمان یہ نہیں کہتا کہ بڑا اناج کھایا۔ اب اس

کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی



اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین  
یا اللہ العالمین یا اس کے لیے ہادی کے ساتھ  
سدا وابستہ رہنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے میں  
کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک  
سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں  
میں بھی نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے حق میں یہ دعا  
قبول فرمائے۔ رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادًیًا یُنَادِیْ لِلْیٰمٰنِ  
اَنْ اٰصْنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاَمٰنًا (الایہ) آمین یا اللہ العالمین

۵ رجبی الاول ۱۴۵۶ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء

## روحانیت کے تحت یافتہ اور روہیت کے مرض

میری آج کی معروضات کا عنوان ہے۔ روحانیت  
کے تحت یافتہ اور روحانیت کے مریض۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جسمانی اور



روحانی دو نظام چلائے ہیں۔ جس طرح انسان جسمانی  
 لحاظ سے صحت یافتہ اور مریض ہوتے ہیں۔۔۔ بعینہ  
 اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی وہ صحت یافتہ اور  
 مریض ہوتے ہیں۔ جسمانی صحت یافتہ انسان کی  
 علامت یہ ہے کہ اس کے معدے میں اشتہاء  
 پیدا ہو جو طیب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان  
 کی نشو و نما کے لیے پیدا کیں۔ ان کی خواہش  
 پیدا ہو۔ جب مل جائے تو خوشی سے کھائے  
 کھانے کے بعد فرحت اور سرور پیدا ہو۔ اگر ان  
 چیزوں کی اشتہاء نہ ہو۔ نہ ان کی خواہش ہو۔ نہ  
 بھوک لگے نہ کھانے پینے کی طرف طبیعت مائل  
 ہو۔ اگر زبردستی استعمال کرا دی جائیں تو طبیعت  
 میں فرحت اور سرور کی بجائے تکدر پیدا ہو۔ تو  
 اس قسم کے انسان کو جسمانی لحاظ سے مریض  
 کہا جائے گا۔ جسمانی لحاظ سے صحت یافتہ اور  
 مریض دونوں قسم کے انسانوں کا میں موازنہ کر  
 چکا ہوں۔ کہ جسمانی صحت مند کی کیا حالت ہوتی



ہے۔ بعض اوقات انسان صحت مند اور بعض اوقات  
مریض ہوتا ہے۔

ہمائے اطباء جب اپنی ادویات کی فہرست شائع  
کرتے ہیں تو اس کے سرورق پر لکھا کرتے ہیں  
لکل داء دواء (ہر مرض کی دوا ہے) طبیب حاذق  
کے پاس مریض چلا جائے تو وہ جسمانی امراض کے  
مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ معدہ میں  
اشتہا پیدا ہو جاتی ہے۔ کھانا سامنے لایا جائے  
تو طبیعت میں کھانے کی طرف رغبت پیدا ہوتی  
ہے اور کھانے کے بعد طبیعت میں فرحت اور سرور  
پیدا ہوتا ہے۔

بعینہ یہ نقشہ ادھر بھی ہے کہ بعض انسان  
روحانیت کے لحاظ سے صحت مند اور بعض مریض  
ہوتے ہیں۔ روحانیت کی غذا ذکر الہی ہے۔  
آلَا بِذِكْرِ اللَّهِ  
تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ  
خبروار اللہ کی یاد ہی سے دل  
تسکین پاتے ہیں۔



اگر انسان روحانی لحاظ سے صحت مند ہے تو اس کو ذکر الہی کی اشتہا پیدا ہوگی۔ روحانی صحت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق درست ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے صحت مند بنائے۔ اور اگر کوئی کمی ہے تو اس کو پورا فرمائے۔ آمین  
یا اللہ العالمین ط

روحانی صحت کی یہ علامت ہے کہ انسان اذان کی آواز سُن کر فوراً مسجد کی طرف چل پڑے اگر گھر یا دکان مسجد سے دور ہے تو وقت کا لحاظ رکھے مثلاً اگر ظہر کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو وہ پندرہ بیس منٹ پہلے مسجد کی طرف روانہ ہو جائے۔ پانچ منٹ راستہ کے لیے اور باقی وضو اور سنتوں میں صرف کرے گا۔ اس کے بعد نماز باجماعت ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے گا کہ اس نے نماز باجماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر گھر میں یا دکان پر نماز پڑھتے تو ایک



نماز کا ثواب ملتا۔ اب اس نے اپنی رحمت سے  
 ۲۵ یا ۲۶ نماز کا ثواب عطا فرمایا۔ اس کی مثال  
 یوں سمجھئے کہ اگر ایک شخص گھٹی اپنے گاؤں ہی  
 میں فروخت کرتا ہے۔ تو ۵ روپیہ سیر قیمت  
 ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس کو شہر میں لا کر  
 بیچتا تو ۱۰ روپے سیر بکتا ہے۔

جن کو کھانے کی اشتہا ہوتی ہے۔ وہ جب  
 کھانے کا وقت آتا ہے تو یا ہوٹل میں یا گھر  
 شوق سے جاتے ہیں۔ جن کی صحت روحانی  
 بحال ہے۔ وہ نماز کے لیے بھی شوق سے آتے  
 ہیں۔ پانچ وقت اللہ کی رحمت کے دروازے  
 کھلتے ہیں۔ جو اس وقت اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر  
 آ کر نماز ادا کرتے ہیں وہ گناہ بخشواتے، اور  
 رحمت سے جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں۔ اذان  
 کی آواز سن کر ان کی طبیعت میں بے چینی پیدا  
 ہو جاتی ہے۔ جس طرح ناشتہ کے وقت طبیعت  
 ناشتہ مانگتی ہے اور سہ پہر کے وقت چائے کا خود



تقاعضا کرتی ہے۔ اسی طرح نماز کے وقت رُوح کہتی ہے کہ مجھے نماز کے لیے چھٹی دی جائے جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔ اور برتن بھی صاف کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے اور سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہے۔ وہ کھانے کے بعد ہر موسم کے مطابق نواکھ پھیل، بھی کھاتے ہیں۔ نماز کے بعد آیت الکرسی، ایک دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ، ۳۳ دفعہ اللہ اکبر، ۳۳ دفعہ اور ایک دفعہ لا الہ الا اللہ یا باقی اذکار الہیہ وروو شریف وغیرہ۔ یہ ادھر کے نواکھ ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہیں وہ نماز کے بعد باقی اذکار بھی پورے کرتے ہیں نہ پڑھیں تو ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اصل چیز تو نماز ہی ہے۔ یہ اذکار نماز کے علاوہ ہیں۔ جس طرح اصل چیز تو کھانا ہی ہے۔ کھانے کے



بعد طبیعت تو سیر ہو جاتی ہے مگر پھر بھی لوگ خاکہ  
 کا استعمال کرتے ہیں۔ میں جب کابل میں تھا  
 تو وہاں جمال پاشا رحمۃ اللہ علیہ وزیر بحر ترکی  
 تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب  
 سندھی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے گئے۔ تو میں  
 بحیثیت خادم ان کے ساتھ گیا۔ جمال پاشا کے  
 لیے کھانے سے پہلے سوپ (دینخی) آیا۔ میں اس  
 سے یہ سمجھا کہ ترک سوپ اس لیے پیتے ہیں۔  
 کہ گلا تر ہو جائے۔ اگر کسی نے بادشاہ سے  
 ملنے کے لیے جانا ہو تو وہ اس کے لیے پہلے  
 تیاری کرے گا۔ نہا کر کپڑے نئے اور استری شدہ  
 پہنے گا۔ پکڑی شیشہ میں دیکھ کر خوب اچھی طرح  
 باندھے گا۔ اسی طرح دربار الہی میں حاضر ہونے  
 کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔ اگر صحت روحانی کا  
 صحت یافتہ ہے تو دل مسجد سے وابستہ ہوگا۔  
 اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد ملاحظہ ہو :



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يَظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز اس کے سایہ کے سوا اور

(المحدث)

کوئی نہ ہوگا

ان سات میں سے ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد سے وابستہ رہتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مجبوراً مسجد سے نکل تو گئے۔ پھر مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لیے دل راغب ہی رہتا ہے۔ ملازمت ہے یا دکان داری ہے۔ اس کے لیے مجبوراً جانا پڑتا ہے مگر دل بے قرار رہتا ہے کہ کب دوبارہ پھر مسجد میں جائیں۔ خدا کرے۔ جلدی نماز کا وقت آئے اور یاد الہی کی لذت پھر نصیب ہو۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے اس کا اللہ تعالیٰ کتنا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اپنے



سات خوش قسمت بندوں کی فہرست میں شامل  
فرما رہے ہیں۔

انسان تندرست ہو تو غذا اس کے لیے راحت  
ہاں ہے۔ وہ شوق سے کھائے گا۔ اور وہ  
جزو بدن بن جائے گی۔ اگر صحت بگڑی ہوئی  
ہے تو نہ کھانے کی طرف رغبت ہوگی۔ اور نہ  
کھائے گا۔ اسی طرح جن کی روحانی صحت بگڑ  
جاتی ہے۔ ان کو عبادت سے نفرت ہو جاتی  
ہے۔ عبادت سے نفرت کفر ہے۔ ایک  
شخص کا لڑکا درس میں باقاعدہ آتا تھا۔ باپ  
نے جب اس کو لندن بھیجا تو باپ نے اس  
کی مجھے تصویریں دکھائیں۔ وہاں سڑکوں پر  
لوگوں کو قرآن سُنا رہا تھا۔ لیکن وہاں کے قیام  
نے آہستہ آہستہ یہ سب رنگ ختم کر دیا جب  
واپس آیا تو نہ قرآن رہا اور نہ پابندی نماز رہی۔  
اسی شخص کے دوسرے بیٹے کا واقعہ ہے۔ کہ  
جب باپ نماز کے لیے کہتا تو جواب دیتا۔ کہ



ابا جی! آپ کی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی  
پڑھنے کو تو دل نہیں چاہتا۔ یہ وہ ہیں۔ جن کی  
روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔

روحانی مریض دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ ناقابل اصلاح۔ ان کے متعلق ہادی کو بھی پتہ  
نہیں دیا جاتا۔ اگر انبیاء کو علم ہو جائے کہ فلاں شخص  
ناقابل اصلاح ہے تو وہ کبھی اس کو دعوت نہ دیں  
مومنوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ ہے  
وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (سورۃ المؤمنین ۷۸ پ)۔  
اور جو یہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں، لغو وہ  
کام ہے جس کے کرنے سے نہ دین کا کوئی فائدہ  
ہو اور نہ دنیا کا۔ انبیاء تو مومنوں کے امام ہوتے ہیں  
وہ کس طرح لغو بات کے پیچھے پڑ سکتے ہیں۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخر دم تک اس قسم کے لوگوں  
کو تبلیغ حق فرماتے رہے۔ وہ تو ماہی گیر کی طرح دریا میں  
جال ڈال دیتے ہیں۔ جال میں بعض اوقات کچھوا بھی پھنس  
جاتا ہے اور مچھلی بھی آ جاتی ہے کچھوا حرام اور مچھلی حلال ہے



۲۔ قابل اصلاح، یہ روحانی مریض ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی سے معالج روحانی کے ہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

ایمان لانے سے پہلے اکثر صحابہ کرامؓ اسلام کے دشمن تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ، ابوذر غفاریؓ اس قسم کے دوچار حضرات ہی کفر و شرک سے بچے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ میں کچھ تڑش کلامی ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا کہ صدیق اکبرؓ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے میری تصدیق کی۔ جب تم سب نے مجھے جھٹلایا۔ تم اس کو بھی ستاتے ہو۔ جب صدیق اکبرؓ روحانی علاج سے صحت مند تھے۔ تو عمر اس وقت روحانی مریض تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی کہتے ہیں کہ جب تک سانس تب تک آس۔ ہاوی اس پر عمل کرتا ہے۔

خالد بن ولید احد میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ایمان نصیب فرمایا تو حضورؐ ان کو سیف اللہ کی تلوار کا لقب عطا فرمائے ہیں وہ



ایک دن میں سات تلواریں کفار کی گردنوں پر توڑنے ہیں  
کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔ اور پھر  
چیرتے ہوئے واپس آ جاتے ہیں۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کی روحانی صحت فطرۃً  
بحال ہوتی ہے وہ ہادی کی آواز سن کر فوراً ایمان لے آتے  
ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت میں آتا ہے :

رَبَّنَا إِنَّا أَمْنَا بِمَا بَيَّنَّا دِيْنَا دِيْ  
لِلْإِيْمَانِ اَنْ اٰمَنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا  
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ  
عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ  
الْاَسْبَارِ۔

اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے سے  
سنا جو ایمان لانے والے کو پکارتا تھا کہ اپنے  
رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔  
اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے  
اور ہم سے ہماری برائیاں دود کر دے اور ہمیں  
نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

(سورۃ ال عمران ۴۲ پ ۴)

جو ناقابل اصلاح طبقہ ہے ان پر ہادی کی آواز سے  
اتمام حجت ہو جاتا ہے قیامت کے دن وہ یہ نہیں کہہ  
سکیں گے۔ رَبَّنَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ۔ بلکہ خود اقرار جرم کرینگے  
اَلَمْ تَكُنْ اٰتِيْعًا لِّسُلٰى عَلَيْنَا فَلَمْ تُنْمِ  
بِهَآ تَكْفِيْرًا ؕ قَالُوْا رَبَّنَا

کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں  
پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے



نَلَبَثْ عَلَيْنَا شِقْوَتَنَا وَكُنَّا  
 قَوْمًا ضَالِّينَ ۚ رَبَّنَا  
 أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا  
 ظَالِمُونَ ۚ قَالَ اخْسَرُوا فِيهَا  
 وَلَا تُكَلِّمُونِ ۚ

(سورة المؤمنون ۴۷ پ ۱۸) نہ بولو۔

ہر دور میں انسان بھی نئے ہوں گے اور ہادی بھی نئے  
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں صحت یافتہ  
 بنائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔ جو درس۔ جمعہ یا ذکر میں شوق  
 سے آتے ہیں میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ صحت  
 روحانی کی علامت ہے۔ جیسے شکاری وہاں شکار کے لیے  
 جاتا ہے۔ جہاں مرغابیاں زیادہ ہوں اسی طرح شیطان بھی  
 درس وغیرہ سے شکار کر کے لے جاتا ہے۔ اس کے فریب  
 میں نہ آئیے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ بڑے درس  
 سننے اب اس کی ضرورت نہیں۔ نفس سے کہا کیجئے کہ بہت  
 اناج اور پھل کھائے ہیں اب کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتے  
 جب جسم کی ضروریات سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو روح کی



ضروریات سے کس طرح دستبردار ہو سکتے ہو اگر ہم دنیا سے  
امراض روحانی سے شفا یاب ہو کر گئے تو قبر بہشت کا بلغ  
بن جائے گی اگر یہاں شفا نہ ہوئی تو پھر اللہ کے ہسپتال  
میں رہنا پڑے گا۔ ان کا ایک ہی ہسپتال ہے جس کو  
جہنم کہتے ہیں۔

آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ حرام مال سے پرورش پانے  
والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے جو رشوت کھاتے  
ہیں اگر ان کے اندر ایمان ہوگا تو ان کو دوزخ میں اس  
وقت تک رکھا جائے گا۔ جب تک حرام مال سے  
پرورش شدہ گوشت نہ جل جائے گا۔ جن کو یہاں رشوت  
چھوڑنے کی سزا مل گئی وہ شفا یاب ہو گئے۔ اگر تائب  
نہ ہوئے تو جہنم میں جانا پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے  
دروازے پر آتے ہیں۔ ان کی آہستہ آہستہ اصلاح ہو  
جاتی ہے۔ جو نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دینے  
نہیں جانتے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ امراء کی  
کوٹیوں پر قرآن ہاتھ میں لے کر جاؤں۔ جب اللہ  
تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہاں



بھجا دیتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں  
کہ اللہ تعالیٰ اپنے دروازے کی ٹوٹی چٹائیوں پر سربسجود  
رہ کر ہی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔  
صرفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں

لَعَمَ الْأَمِيرِ عَلِيٍّ      بہترین      ہے وہ امیر جو فقیر  
بَابُ الْفَقِيرِ - يَنْسَ      کے دروازے پر آئے۔ بدترین  
الْفَقِيرِ عَلِيٍّ      باب      ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے  
الْأَمِيرِ      پر جائے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی لحاظ سے  
صحت یافتہ بنائے اور اسی حالت میں دنیا سے  
اٹھائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

رَبِّنا تَقْبَلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتَبَّ عَلَيْنَا  
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ ط

سلطان احمد کاتب۔ لاہور







